Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

اشفاق احمد: افسانوی کردار نگاری کی کرشمہ سازیاں
مرکزی اور ضمنی کرداروں کا نفسیاتی، ساختیاتی، اسلوبیاتی، تجزیاتی تنقیدی مطالعہ

Saira Bano
PhD Scholar ,Department of Urdu, NCBA &E, Sub Campus Multan
sb2036693@gmail.com
Zee Hasham Haider
PhD Scholar , Department of Urdu, NCBA&E, sub Campus Multan
Zeehashamhaider1@gmail.com
Dr. Muhammad Shakeel Pitafi
Professor, Department of Urdu, NCBA&E, Sub Campus Multan
shakilpitai@gmail.com

Abstract
In the history of Urdu language and Literature , numerous great fiction writers have their own distinct identity , whose masterpieces have decorated the adorned of urdu literature with the dazzling light of eternal story characters. Characters are indispensable in fictional literature , be it any genre of urdu fiction , narrative, novel , darama, myth Masnavi or any other form of a literature . Wherever we find another story , there will be people, such a literature in which we are interested in the pace o evevnts. It is also related to the overall impression of the person,s behaviour and mood. Some important writers of Urdu pay special attention to the meaning and nature of the characters in their fiction . All other points are connected to this important point, so they consider it important to know the literal and terminological meaning of the character. While searching , we cannot forget that this word with its technique is borrowed from the concepts and terminology of the west. In this Article , the great use of imagination is seen in the fictional literature of Ashfaq Ahmad , the famous writer, advocate o Sufi thought. He has used personal experiences in social life an full of creative and imaginative abilities for innovation in his main secondary characters. And he has shown complete mastery in using Burmehal which makes him reliable in Urdu epic literature. In the fictions of Ashfaq ahmed there is a reasoned account of the flight of imagination to unveil the characters. In this article, Ashfaq ahmed ,s best efforts have been taken into account

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

through the critical stylistic and structural analysis of various eminent and enduring characters, shedding light on his unique creative and critical invaluable insights.

Key words: Distinct identity, decorated , adorned, fictional, genre, narrative, myth, terminological , technique, borrowed, advocate, sui thought, imaginative abilities, mastery, epic, unveil, stylistic, structural, analysis, eminent, enduring, shedding , invaluable

افسانوی ادب میں کردار ناگزیر ہیں۔ فکشن کی کوئی بھی صنف ہو، ناول، داستان، ڈرامہ، افسانہ، مثنوی یا منظوم قصے کی کوئی اور صورت جہاں کوئی اور قصہ ملے گا۔ وہاں کوئی اشخاص بھی ہوں گے۔ ایسا ادب جس میں ہماری دلچسپی واقعات کی رفتار کے ساتھ ساتھ اشخاص کے طرز عمل، افتادِ طبع اور ذہن و مزاج کے مجموعی تاثر سے بھی وابستہ ہوتی ہے۔ قصوں کے ان اشخاص کو کردار اور ان کی فنی پیش کش کو کردار نگاری کہا جاتا ہے۔ کسی قصہ کے کردار عموماً انسان ہوتے ہیں دوسرے جاندار یا غیر ذی روح اشیا بھی قصوں کی دنیا میں اجنبی نہیں ہیں۔ لیکن ان کی حیثیت یا تو علامات کی ہے یا وہ انسانی کرداروں کا بدل ہیں۔ جو اشخاص یا انسان قصوں میں پائے جاتے ہیں اور جن پر کردار کی مذکورہ بالا اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان کے کرداروں کی جہتیں کس طرح متعین ہوتی ہیں اور تعین میں کام کرنے والے عناصر کون کون سے ہیں۔ اسی سلسلے میں سب سے پہلے کردار کی معنویت اور ماہیت غور طلب ہے۔ اس ایک نقطے سے بقیہ سارے نکات منسلک ہیں۔ اس لیے کردار کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو جاننا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ کردار اپنے عام معنوں سے قطع نظر ایک اصطلاح بھی ہے۔ ہماری لغات کی کتابوں میں کردار کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں۔

،،روش طرز، طور طریق، عمل، فعل، رفتار چلن، قاعدہ، رویہ، عادت، خصلت، برتاو، شغل، کام، دھندہ، اخلاق 1،،

لفظ کردار کے حقیقی اور اصطلاحی معنوں میں تطابق کی تلاش کرتے ہوئے ہم یہ فراموش نہیں کر سکتے کہ اس لفظ کی اصطلاحی حیثیت مغرب کے تصورات و مصطلحات سے مستعار ہے۔ افسانوی ادب سے متعلق جتنی باتیں ہم نے مغرب سے اخذ کی ہیں کردار کی اصطلاح بھی ان میں شامل ہے۔ لفظ کردار انگریزی لفظ کریکٹر سے مستعار لیا گیا ہے۔ کردار کا وجود اگرچہ ہمارے ادب میں دور قدیم سے ہے لیکن اس کو یہ نام بہت دیر بعد عطا ہوا۔ اس لیے لفظ کردار کی چھان بین دراصل اسی لفظ کریکٹر کی چھان بین ہے۔ جو ہمارے ادب میں انگریزی لفظ کریکٹر کا نعم البدل ہے۔ جس طرح اردو زبان میں کردار کے دو معنی ہیں اسی طرح لفظ کریکٹر کے بھی دو معنی ہیں۔ حقیقی اور لغوی یا اصطلاحی یا مجازی۔ افسانوی ادب میں لفظ کریکٹر یا کردار کا استعمال، مجازی معنوں میں ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں یہ لفظ یونانی زبان سے داخل ہوا اور رفتہ رفتہ اس کا مفہوم وسیع ہوتا گیا۔ انسان کی شخصیت یا کردار بڑا دلچسپ موضوع ہے۔ اپنی تہہ داریوں اور نیرنگیوں سے اس نے انسانی فکر کو ہمیشہ اپنی تہہ داریوں، پیچیدگیوں سے اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ کردار نگاری دراصل کسی شخصیت کی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

عادت اور اعمال کو بیان کرنے کا نام ہے۔افسانوی ادب میں کردار نگاری کو فن کا درجہ حاصل ہے۔اس کے کچھ مخصوص تقاضے ہیں۔ یوں تو افسانوی کردار عام انسانی کردار کا ہی کسی نہ کسی اعتبار سے چربہ ہوتا ہے۔لیکن پھر بھی من و عن وہی نہیں ہوتا۔قصے یا کہانی کی کوئی بھی فضا ہو فن کے تقاضے زندگی کے تقاضوں سے مختلف ہوتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فن کی بنیاد تخیل پر ہوتی ہے۔جب کہ عملی زندگی تخیل صرف اعلی سطح پر ملتا ہے۔اور اس کی حیثیت مستزاد کی ہے بنیاد کی نہیں ہے۔ تخیل ہی عملی زندگی کو مختلف صورتوں میں فن کی دنیا میں روشناس کرواتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے حقیقی کردار ہمارے قصوں میں کچھ بدلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ افسانوی کردار انسانی کرداروں سے مشابہہ ہو کر بھی حقیقی انسان نہیں ہوتے۔اس کا مطلب ہر گز نہیں کہ کردار نگاری میں واقفیت نہیں ہو سکتی۔کردار نگاری میں واقفیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ افسانوی ادب کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوے افسانوی کردار قابل یقین معلوم ہوں۔

ای ایم فوسٹر نے ناول کے متعلق کہا تھا:

،،ناول ایک فنی کارنامہ ہے۔اس کے قوانین روزمرہ زندگی سے الگ ہیں۔کسی ناول کا کردار اس وقت حقیقت پسندانہ ہے۔جب وہ ان قوانین سے لطافت رکھتی ہوئی زندگی گزارتا ہے۔2،،

اشفاق احمد کے افسانوں میں کردار نگاری میں تخیل کی بہت عمدہ کارفرمائی نظر آتی ہے۔اشفاق احمد اپنے افسانوی کرداروں میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے اپنے ذاتی تجربات سماجی زندگی اور تخلیقی اور تخیلی صلاحیتوں کا بھرپور اور بر محل استعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔وہ افسانوی کرداروں کی تخلیق کرتے ہوئے ان کرداروں کو نہ صرف بیان کرتے ہیں۔بلکہ ان کی صورت اظہار بھی متعین کرتے ہیں۔اس طرح افسانوی کردار کو جو حیات ملتی ہے اس کا کوئی گوشہ مخفی نہیں رہتا۔کرداروں کی یہ نقاب کشائی اشفاق احمد کے تخیل کے عمدہ معیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اشفاق احمد کے افسانوی مجموعہ ،،اجلے پھول،، کا پہلا افسانہ اجلے پھول اور دیگر افسانے اہمیت رکھتے ہیں۔ادب اساس حیات ہے اور زندگی کے گہرے مشاہدے تجربے اور نتائج میں کہانی، قصہ اور اس سے وابستہ کردار شہ رگ کا درجہ رکھتے ہیں

۔مغربی مفکر رابرٹ بوائٹن کا قول ہے،، کہانیاں وقوع پذیر نہیں ہوتیں،انہیں تخلیق کرنا پڑتا ہے۔3،،

،،کہانی اور قصے کے وقوع پذیر ہونے میں لاشعوری اور شعوری محرکات گہرے ارتباط میں منسلک ہوتے ہیں ا اور لسانی تشکیل کی ساخت میں تفہیم و تشریح کے لیے لفظ اور کردار کی روح وسیلہ بنتی ہے اور سماج کی پیداوار کہانی کو کئی بار الٹ پلٹ کر معنی خیزی جنم دیتی ہے۔جان راک ویل لکھتے ہیں،،ک

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641 Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

بانی بلاشبہ سماج کی پیداوار ہے مگر یہ سماج اور کردار تشکیل دیتی ہے۔،،4

اشفاق احمد کی افسانہ نگاری کی صورت کیا ہے؟ایک حقیقت پسند افسانہ نگار حقیقت نگاری میں کھرے، بے ہنگم اذیت ناک، فحش اور انتہا پسند واقعات صورتحال کو کس سلیقے اور جرأت سے معاشرتی تناؤ کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر تصویر کرتا ہے۔اس تخلیق کاری سے اشفاق احمد بطور کہانی کار خوب واقف ہیں۔ وہ جس ماحول یا کردار سے اثر پذیری میں افسانہ لکھتے ہیں۔اس سبک، سادہ، میٹھے اور حد درجہ دھیمے لہجے میں قاری کے دل ودماغ میں منتقل کرتے ہیں کہ جاذبیت کا احساس کہانی کے کرداروں سے منسلک ہو جاتا ہے۔وہ کردار نگاری میں اصلاحی، مقصدی اور تعمیری انداز کو حاوی نہیں کرتے بلکہ مقصد اور اصلاح کے تعمیری تبلیغی مشن سے الگ افسانہ پر ارتکاز کرتے ہیں وہ اپنے اصلاحی مقاصد اور فلسفۂ زیست کو افسانے کی بالائی سطح پر تیرانے کی بجائے زیریں سطح پر معنی کی گہرائیوں میں اتر کر کہانیوں کے کردار تخلیق کرتے ہیں۔ کہانی میں ان کی نظر کردار کی اندرونی پرتوں پر مرتکز ہوتی ہے۔ لیکن کچھ اس زاویے سے کہ افسانے کا داخلی ماحول خود بخود قاری اور ناظر پر جزئیات کے ساتھ روشن ہو جاتا ہے۔اشفاق احمد نے اپنے تمام افسانوں میں کردار کی تشکیل کو خصوصی طور پر مد نظر رکھا ہے۔کردار نگاری دراصل کسی انسان کی داخلی صفات، چال چلن،اعادت وخصائل، شکل وصورت،اعمال وافعال کے ساتھ ساتھ جذبات واحساسات کی کلی تصویر کشی اور حقیقت میں متنوع رنگوں کا حسین امتزاج ہے جس سے کردار کی شخصیت ابھر سکے اس کی عکاسی اشفاق احمد کے ہاں بھرپور دکھائی دیتی ہے،ڈاکٹر گوپی چند نارنگ،ہنری جیمز کے قول کی روشنی میں کردار نگاری کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہیں:

،،کوئی تصویر یا ناول کیا ہے؟اگر وہ کردار کے بارے میں نہیں ہے تو کردار کے علاوہ ہم ناول یا تصویر میں تلاش ہی کیا کرتے ہیں؟اور حاصل ہی کیا کرتے ہیں؟۔،،5

اشفاق احمد نے اپنے افسانوں کے لیے زندگی سے وابستہ کرداروں کو ترجیح دیتے ہیں جن میں زندگی کی معنوی وسعتیں اپنا گریبان خود بخود چاک کرتی چلی جاتی ہیں۔ فنی سنجیدگی اور کرداروں کی رنگارنگی اور روانی ہر سو رنگ بکھیرتی ہے۔ان کے افسانوں میں کرداروں کی نگری میں انسانی رشتوں اور ان کے اندرون میں محبت کی پیوستگی پر غور کرتی دکھائی دیتی ہے۔ مگر ایک قابل قدر پہلو یہ ہے کہ ان کے کرداروں کی محبت کا دائرہ صرف عورت، مرد کے رشتوں تک سمٹ کر نہیں رہا بلکہ یہ محبت دو انسانوں کی ذہنی اور قلبی اختیار سے الگ استوار ہوتی چلی جاتی ہے۔ جیسے داؤد جی کی اپنے شاگرد سے محبت ہو یا گڈریا (بابا) کی اپنے پوتے سے محبت دو مختلف قوموں کے افراد میں پتاجی اور اباجی کے گھرانوں کے درمیان دوستی کا رشتہ (سنگ دل) ٹی بی ہسپتال میں بیٹرس کی اپنے مریض سے محبت (شب خون) احسان کی اپنے کتے جیکی سے محبت (تلاش) اشفاق احمد کے افسانوں کے کردار،انسانی رشتوں کو محبت کے زاویوں کی نئی جہتوں

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

کے تناظر میں پرکھنے کے قائل ہیں۔ان کے اکثر افسانے اسی موضوع کی پرتوں کو کھولنے اور نئے احساس سے آہنگ کرتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جذبات کی جتنی بہترین عکاسی اشفاق احمد کے قلم سے ہوتی ہے کسی کے ہاں نہیں ملتی۔سید وقار عظیم لکھتے ہیں:

"اشفاق احمد نے کسی ماحول کو اپنے لیے مخصوص کرنے کے بجائے ایک موضوع اپنے لیے منتخب کر لیا ہے اور اسے منتخب کر کے مختلف فضاوں میں اس موضوع کو مختلف صورتیں اختیار کرتے دکھایا ہے۔یہ موضوع محبت ہے لیکن اشفاق احمد نے اپنے افسانوں میں محبت کو اتنے رنگوں میں پیش کیا ہے۔کہ پڑھنے والا اس میں وہ افسردگی محسوس کرنے کے بجائے جو اس لفظ کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہے۔ایسی حقیقت جس کا جلوہ ہر دل میں ہے۔اور جو پست و بلند کی حیثیتوں سے آزاد ہو کر زندگی کی ہر سطح پر اور زندگی کے ہر شعبے میں اپنے کرشمے دکھاتی ہے۔،،6

اشفاق احمد کے افسانوں کے کرداروں میں مجموعی طور پر،، محبت،، کا عنصر غالب طور پر ملتا ہے۔مگر یہ حقیقت بھی روشن ہے کہ محبت کے پہلو بہ پہلو زندگی کے دوسرے شعبوں پر بھی اشفاق احمد کی نظر گہرائی رکھتی ہے۔انہوں نے اپنے افسانوں میں ہجرت کے تلخ تجربات کو بھی کرداروں کے ذریعے موثر انداز سے پیش کیا۔جس میں انسانی زندگی کے مختلف کردار نبرد آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کرداروں میں تقسیم وطن، فرقہ وارانہ فسادات، جلاوطنی کا کرب، دولت کی ہوس، خود غرضی، سماجی ناہمواریاں، بے روزگاری، مذہبی تعصب، افلاس، سماجی شکست وریخت، سیاسی مسائل، جہالت اور اس سے پیدا شدہ مسائل، اخلاقی کمزوریاں، اقتصادی صورتحال، انسانی نفسیات، مذہبی کھوکھلا پن کا رجحان، ایلیٹ کلاس، مغربی طرز حیات اور منافقانہ مفاد پرستی کے جیسے بے شمار کردار جس کا زندگی سے براہ راست تعلق ہے اپنے افسانوں میں ان کرداروں زندہ جاوید کر دیا۔ گرچہ اشفاق احمد نے قیام پاکستان سے قبل تصنیف تالیف کا کام شروع کیا، مگر ان کی تخلیق کاری کی مجموعی خوبیاں بعد میں نکھر کر سامنے آئیں۔اشفاق احمد کی کہانیوں میں سماجی کردار، رومانوی کردار، مذہبی اور اخلاقی کردار اور نفسیاتی کردار پائے جاتے ہیں، مگر سماجی کردار اور رومانوی کردار زیادہ نمایاں ہیں۔

اعجاز (توبہ)

اشفاق احمد نے اپنا افسانہ،، توبہ،، کے عنوان سے ۱۹۴۶ میں لکھا جو کہ ادبی رسالے،، ادبی دنیا،، میں شائع ہوا یہ افسانہ اشفاق احمد نے نو عمری میں تحریر کیا جس میں،، محبت،، کے کچے رنگ کے سحر میں گھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اس کی عکاسی افسانے کے مرکزی کردار،، اعجاز،، کی صورت میں ہوتی ہے۔جو رومانویت کا احساس لیے ہوئے ہے۔ سگریٹ نوشی کا عادی ہے۔ والدین دوست اس کی عادت سے ناراض تھے اس کو ہر ممکن حد تک اس نشے سے بچانا چاہتے تھے۔اس کی ماں بیٹے کی زندگی کے لیے از حد فکر مند ہو کر سگریٹ چھوڑنے پر روپے پیسے کا لالچ بھی دیتی ہے کئی بار سگریٹ چھوڑنے کے وعدے پر دس دس روپے انعام بھی دیا گیا مگر وہ اس عادت بد کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ والدہ کوٹ کی جیبوں کی تلاشی لیتی ہے اور سگریٹ برآمد ہونے پر پریشان ہو جاتی ہے۔ یہاں تک باپ کی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

طرف سے یقعین دہانی بھی کرائی جاتی ہے کہ تم چاہو تو ہماری حیثیت کے مطابق مانگ لو مگر سگریٹ چھوڑ دو۔ اعجاز موقع سے فائدہ لیتے ہوئے نئی سائیکل کا تقاضا کرتا ہے، حالانکہ پرانی سائیکل بھی ہوتی ہے۔ وہ نئی سائیکل ملتے ہی دکاندار،، پانڈے بھیا،، کی دکان کا رخ کرتا ہے اور سگریٹ کی ڈبیا خریدتا ہے۔ خالہ کی شادی پر ایک خوبرو لڑکی،، لیکھا،، سے ملاقات اور محبت ہو جاتی ہے، جو اسے سگریٹ چھوڑنے کا کہتی ہے، حتی کہ وہ اس کے سامنے خود سگریٹ سلگاتی ہے تو یکایک،، اعجاز،، سگریٹ پینا ترک کر دیتا ہے۔ کہانی کی ہیروئن،، لیکھا،، کی محبت اتنی پرکشش ہے اس کے ہلکے سے اشارے پر سگریٹ کا پیکٹ پھینک کر وفاداری کا ثبوت دکھاتا ہے۔ اشفاق احمد محبت کی تپش اور سچائی کے پیش نظر فطری خواہش کو حاوی دکھاتے ہیں جو ان کے محبت کے نظریہ سے وارفتگی کی صورت میں ان کے معصوم کرداروں کے اذہان کو گرفت میں لیتی ہے۔ اور معمولی افسانوں کو لازوال اور کرداروں کو امر کر دیتی ہے اعجاز نامی کردار افسانے کا مرکزی کردار بن کر ابھرتا ہے۔ جو سگریٹ نوشی جیسے نشے کا عادی ہے اور سماجی حوالے سے اس نفسیاتی برائی کی لت کا شکار ہونے والے جوانوں کی عکاسی ہے جس کے اثرات ان سے وابستہ لوگوں اہل خانہ کی ذہنی پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اشفاق احمد نے معاشرتی برائیوں اور خرابیوں سے متعلق ہر گھر کی کہانی کو اس افسانے میں اعجاز کے کردار سے نمایاں کیا ہے۔ اور اسی کردار کی زیریں سطح کے بین السطور محبت جیسے آفاقی احساس کی کثیر الجہات قوت کی تاثیر بھی ابھارتے ہیں کہ کس طرح ایک بری عادت (سگریٹ نوشی) والدین کے انعام واکرام یا غیض وغضب سے نہیں چھوڑتا اور دل کے راستے سحر کر دینے والی کسی نگاہ الفت کے مبہم اشارے پر سگریٹ کا پیکٹ مسل کر پھینکنے پر یک لخت راضی ہو جاتا ہے۔،، عشق بلا خیز،، کا طلسماتی تاثر انسانی اختیار کو کس طرح اپنے بس میں کرتا ہے یہ رویہ غیر محسوس طریقے سے اعجاز کے کردار میں نمایاں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر طیب یوں بیان کرتے ہیں:

اشفاق احمد کا افسانہ،، توبہ،، محبت کے موضوع پر لکھا گیا۔ افسانہ ہے جس میں انسانی نفسیات کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ اس افسانے میں اعجاز کا کردار اہم ہے، جو والدین کے کہنے پر سگریٹ نوشی ترک نہیں کرتا مگر لڑکی کے لمس یا محبت کے ہاتھوں سگریٹ ترک کرنا گوارا کر لیتا ہے۔،، 7

اسی لطیف جذبہ انسانی کے اظہار کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ اشفاق احمد نے نفس انسانی کے اس پیچیدہ نکتہ کو سمجھا بھی ہے اور بہ خوبی برتا بھی ہے اور یہی خوبی ان کے سارے افسانوں میں جذب وکشش کی متحرک لہر پیدا کرتی ہے جو اوروں کے یہاں کم یاب ہے یا مختلف انداز میں مل پاتی ہے وہ اپنے اکثر انٹرویوز میں اپنی افسانوی کردار نگاری پر خود واضح روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ افسانہ نویسی کی غرض و غایت اور ارتقائی صورت پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

،،جب میں نے لکھنا شروع کیا تو بہت کٹھن لگتا تھا، مگر آہستہ آہستہ جھجک نکلی۔ پہلے تو میں نفسیاتی افسانے لکھتا تھا، وہ چھوڑ دیا۔ لیکن نقطہ نظر اب بھی نفسیات ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں محبت پیدا ہو اور لوگ ایک دوسرے کے قریب آئیں، معاشرے میں ہم آہنگی اور یک جہتی کی فضا پیدا ہو۔،،8

افسانے کا مرکزی کردار معصومیت کے باعث فطری تاثر کے تحت ،،توبہ کرتا ہے۔ افسانہ نگار نے نو عمری کی جذباتیت ، ضد کے تابع کیفیات کو ذہنی و قلبی کیفیت اور محبوبہ کے حوالے سے بھرپور نمایندگی کی ہے جس کے لیے ،،اعجاز،، کے لیکھا کے بارے میں تعارف والہانہ محبت کا عکاس ہے۔

،،اس کا قد لمبا تھا، رنگ سانولا، ناک بہت ستواں اور نیم باز لمبی لمبی پلکیں بند ہوتی چھوئی موئی کی طرح اتنی پیاری کہ چھو لینے کو جی چاہتا۔ لال قلعہ دہلی کے عجائب گھر میں اسی کی شکل کی ایک عرب لڑکی کی تصویر ہے۔ پردور کیوں جایئے، آپ نے کوئی،، لیکھا،، نہیں دیکھی۔،،9

ایک عاشق کی نگاہ محبوب کی تصویر کو خیال میں جس جذب سے مجسم کرتا ہے اس کے لیے دلی کیفیات و جذبات کو لفظوں میں شکل دی ہے۔ نوجوانی میں ذہنی و جسمانی تبدیلیوں میں دلی احساس و جذبات میں رومانویت کا جذبہ گہری تاثیر کا حامل ہوتا ہے جنس مخالف کے متعلق احساس کی عکاسی محبوب کی تصویر کے نقش میں اشفاق احمد نے بھرپور انداز مین تصویر کر دیے ہیں۔ لیکھا اپنے عاشق کی سگریٹ نوشی سے بے زاری اور ناپسندیدگی کی کچھ کیفیت یوں بیان کرتی ہیں : ،، وہ جانے لگی تو مین بے چین ہو گیا، میں بولا اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا، وہ ٹھہر گئی، بولی،، یہ سلیٹی پینسلیں نہ چھٹ سکیں آپ سے پتہ نہیں ان میں کای مزہ ہے۔،، یہ کہہ کر وہ چل دی اور پھر نہ رکی نہ ہی میں نے روکا، مزے سے سگریٹ پیے گیا۔،،

افسانہ ،،توبہ ،، کے فلسفے کا محرک واضح ہے محبت کے انگارے نے سگریٹ نوشی کے دھویں کو ہوا کر دیا، اشفاق احمد نے کرداری تشکیل میں فطرت کی جبلت انسانی نفسیات کو مد نظر رکھا ہے۔ اور حقیقی تناظر میں رنگ بھرے ہیں، اپنے لا محدود اثرات کے ساتھ مرکزی کردار نے کہانی کو خوبصورت انداز عطا کیا۔

ارشد (رات بیت رہی ہے)

افسانے کا مرکزی کردار ،،ارشد،، ہے جو حالت جنگ کے باعث بحری جہاز مین سوار ہے اور بحری فوج کے موجود نوجوان،، محبت،، کے الوہی جذبے کو منفرد انداز سے اجاگر کرتے ہیں جو انہیں مقصد کے راستے پر بھی انسانی کیفیات اور زمینی حقائق سے جوڑے رکھتا ہے افسانے میں محبت کے حوالے سے دو نوجوان جوڑے انسانی رشتوں کی ساخت کو فطرت کے رومانوی انداز مین نمایاں کرتے ہیں ایک نوجوان کے ساتھ ایک نوجوان فوجی پیٹر بھی ہے بحری جہاز پہ سوار اپنی محبوبہ کو طویل مکتوب کے ذریعے محبت کے احساسات اور جذبات

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

سے آگاہ کرتا ہے۔اس کا نوجوان دوست فوجی پیٹر بھی اپنی محبوبہ مارگریٹ کو خطوط سے التفات کا اظہار کرتا ہے اور خود اسی جہاز پر دوران پرواز جہاز کی دم کے حصے میں آگ بڑھکنے میں جل کر مر جاتا ہے۔ سوختہ جانی حیات کا دکھ بھرا لمحہ تب آتا ہے جب اسے فوجی اعزاز کے ساتھ آخری رسومات ادا کرتے ہوئے جلے ہوئے ملبے کے ساتھ سمندر میں پھینک دای جاتا ہے کیونکہ حالت جنگ میں لاش اور جہاز کے ملبے کو سنبھالنا مشکل مرحلہ تھا۔ یہاں محبت کی وفاداری کچھ اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ مارگریٹ جو پیٹر کی محبوبہ تھی اس کی خواہش پر وہ فوج میں بھرتی ہوا اور اس کی یاد کے ساتھ دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے افسانہ نگار نے رقت آمیزی اور جذباتی انداز کی بھرپور عکاسی کی ہے آخری لمحات میں پیٹر اپنی محبوبہ کی تصویر کو چومتے ہوئے اس کی والہانہ محبت کا ثبوت دیتا ہے۔اسی جذباتی لمحے میں مرکزی کردار اپنا خط مکمل کرتا ہے، جس کے توسط سے مصنف پردیس میں زندگی گزارنے والے فوجی جوانوں کی تنہائی انسانی فطرت سے مغلوب رویے کو خوبصورتی سے سامنے لاتے ہیں۔ محبت،، اپنی مٹی، قریبی رشتوں سے تعلق کی مہک پردیس میں مقصد پر ڈٹے جوانوں کی زندگی کے ہر پہلو مد نظر رکھا ہے۔ محبت جیسے آفاقی رشتے کی عکاسی ہر صورت اپنی جگہ متعین کر لیتی ہے۔ارشد کا مرکزی کردار اپنی پریشانی، اضطراب اور جدائی کے مراحل سے فرار کی راہ تلاشتا ہے اور ماضی میں فلیش بیک کے تحت محبوبہ کے ہمراہ بیتے وقت کی رو بہہ جاتا ہے محبت بھرے انداز میں اس کی محبوبہ اسے تعلیم کے حصول پر مجبور کرتی ہے، کیونکہ مایوسی کے بعد ایف۔اے تک تعلیم کا سلسلہ چھوڑ دیتا ہے اور یوں،، محبت،، کی روشنی سے امید کی انگلی تھام لیتا ہے اور علم کا سفر شروع کرتا ہے۔

،، تم نے مجھے اسی دن ڈیوڑھی میں روک کر کہا تھا بی اے کا داخلہ ابھی بند نہیں ہوا۔ ہو جائیں گے ایسی کون سی جلدی ہے۔ میرا دل پڑھنے کو نہیں چاہتا۔، لیکن میرا دل چاہتا ہے۔،، تم تو پڑھ رہی ہو۔،، اپنے لیے نہیں، تمہارے لیے کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کم از کم بی اے تو کر لو۔۔۔!،، 10

اس افسانے میں اشفاق احمد محبت کی پاکیزگی اور معصومیت کی دلیل کو سچائی کی حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں جس میں کوئی منفی قدر لالچ، حرص، حسد، خود ستائشی کی کوئی گنجائش نہین ہے۔ بس محبت اپنے اقرار اور اثبات کے لیے دھڑکنوں کی دبیز دھن دہرانی ہے۔ محبوب اور محب ایک ساتھ اس دھڑکن کے تار بنتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد عالم جان،، اردو افسانے میں رومانوی رجحانات،، میں لکھتے ہیں:

،، وہ ماضی کی جن یادوں کو مجسم بان کر پیش کرتے ہیں، ان میں مسرت کا ہلکا سا احساس ملتا ہے اور یاد ان افسانوں میں خوشی کے نغمات کی صورت گونجتی ہے اور ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ان کے افسانے رات بیت رہی ہے، مسکن اردو توتا کہانی اور عجیب بادشاہ اسی حسین ماضی کی یادیں ہیں جن میں کہیں کہیں درد کی کسک ہے لیکن یہ تلخ ہونے کی بجائے کسی حد تک شیریں ہیں۔،،

11

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

فہیم افسانہ (فہیم)

فہیم کے عنوان سے تحریر کیا گیا جس میں اشفاق احمد ایک افسانہ نگار کی فنی خوبیوں کے ساتھ ایک بہترین داستان نگار اپنی کہانی کی پیش کش میں سامنے آتے ہیں اسکی جھلک بہت بعد میں زاویہ اور تلقین شاہ کے کردار مین روشنی بکھیرتی ہے۔ یہ افسانہ ،،داستان،، کی خوبیاں بے مثال انداز میں سامنے لاتا ہے۔افسانے مین روایتی قصہ گو بزرگ نانی اماں اپنے بچوں، سلیم، پروین، اور فہیم کو قصہ در قصہ کہانی سناتی ہیں ۔اور ماضی کے واقعات کے اثر میں کھو جاتی ہیں اور اپنی زندگی اور نانا کے حالات و تجربات کو کہانی میں گوندھتی جاتی ہیں۔ یہ حقیقت روایتی قصہ کہانی نسل در نسل منتقل ہوا۔ سردی، گرمی بارش کے موسم میں بچے گھیرا ڈالے کہانی سنتے ہوئے نیند کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں۔نانی اماں اپنی زندگی کے محور و مرکز پسندیدہ ہیرو ناناجان کا تعارف ایک ملنسار اور ہمدرد انسان کے حوالے سے کراتی ہیں۔ جو نوکری چھوڑ کر فقیر کی پیروی میں چلے گئے۔ مگر فقیر ٹھگ باز تھا اس نے نانا سے سب مال واسباب لوٹ لیا اپنی سادہ لوح طبیعیت سے مجبور ہو کر بیوہ عورت کو بچوں کے ساتھ گھر لے آئے۔اس کے بچوں کی پرورش اور تعلیم کی ذمہ داری پورے کرتے رہے۔ خود سفر کی مشکلات سہتے رہے گھر لوٹتے ہوئے خالی ہاتھ نہں آتے تھے تحفے تحائف ساتھ لاتے۔ فقیر، عورت یا کتا۔ کتے کو ساتھ لاتے اسی کا بڑا خیال کرتے، کھانا ساتھ کھلاتے خدمت کرتے، کتے کو وفاداری کی صفت سے منسوب کای جاتا ہے۔ نانا کے کتے نے ہمسایوں کے گھر آنے والے چوروں کا سراغ لیا اور مال مسروقہ صندوق کھدائی کر کے برآمد کر لیا گیا۔ مگر ذرا سی بے خبری نے تیز بارش کی رات جاڑے میں ،،پپ،، نامی کتا موت میں منہ چلا گیا۔ مگر اپنے وفادار جانور کے جانے کے غم میں نانا بھی بخار میں تڑپتے رہے اور انتقال فرما گئے۔ فہیم،، نانی سے کہانی سن کر روتا رہا بہن بھائی سو چکے تھے۔اشفاق احمد نے انسانی نفسیات کی نازکت کو بڑی مہارت سے ترتیب دیا ہے۔ مرکزی کردار فہیم حساس فطرت، عقل مندی اور دردمندی کے جذبے سے مامور تھا۔ جو اسم با مسمی تھا۔ کرداروں کے نام کے انتخاب میں مصنف نے سائنسی حکمت اور فنی گرفت کو مد نظر رکھا ہے۔اور اشفاق احمد اپنے کرداروں کے نام ان کے فنی حوالوں اور کہانی کی کیفیات کی ترجمانی کے مطابق منتخب کرتے ہیں۔ فہیم کے معصوم ذہن میں بہت سے سوالات ابھرتے ہیں وہ بار بار نانی سے سوال کرتا ہے اور اپنے فہم و فراست میں اضافہ کرتا ہے مثلاوہ نانی سے سوال کرتا ہے:

،،تمہارا ناناخدا اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، فقیر تھا۔،، فقیر،،؟ فہیم بھونچکا ہو کر اٹھ بیٹھا، ہاں بیٹا۔۔۔۔ مگر یہ فقیر نہیں جو گلیوں میں مارے مارے پھرا کرتے ہیں۔۔12

اشفاق احمد بچوں کی نفسیاتی اور لاابالی کرید جو وہ کہانی اور قصہ سنتے ہوئے کرتے ہیں اور تشفی نہ ہونے پر سوال کا سلسلہ طویل ہو جاتا ہے اس پر گہری فکر پیش کرتے ہیں دوسرا کہانی کے بارے میں ابھرتے رنگارنگ سوال بچے کو ایسے قاری کے طور پر سامنے لاتے ہیں جو کہانی میں مصنف کی انگلی تھامے اس کی اندرونی تہہ تک گہرائی سے اترتا چلا جاتا ہے۔،،ہمہ تن گوش،، قاری کی حیثیت کہانی کو معنی عطا کرتی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

ہے۔یوں جب نانی کہانی میں نیا موڑ بتاتی ہیں اور گائے کا ذکر کرتی ہیں، جو نانا گائے لائے تو ان کا چھوٹا بیٹا معصوم انداز میں گائے کے بارے اپنی دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔میں اس گائے کے مرنے کے بعد اس کی کھال سے نئے جوتے بنواوں گا تو فہیم ننھے ذہن سے سوال کرتا ہے:

نانی اماں! فہیم اٹک کر پوچھتا ہے،، کتے کے چمڑے سے بوٹ نہیں بنتے، اسے جون صاحب کا کتا یاد آگیا جو کل مرا تھا۔اور جسے انہوں نے ،، بمعہ،، کھال کھڈ میں پھینک دیا تھا۔،،13

مجموعی طور پر کہانی کے مرکزی کردار،، فہیم،، کے پردے میں مصنف معصوم ذہنوں کے سوال اور انسان دوستی کے جذبے کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے اور حقیقت کے مختلف رنگ بھرے ہیں بچوں کا کہانی سے مکالمہ، یہاں تک کہانی کے اتار چڑھاو کے ساتھ رونا یا خوشی سے چہکنا انسانی فطرت کی موئثر عکاسی ہے جس میں اشفاق احمد کرداروں میں زندگی کی متحرک سرگوشیاں کرواتے ہیں۔

احسان (تلاش)

تلاش ایک ایسے بچے کی کہانی جو تقسیم ہند میں رونما واقعات و فسادات کے پس منظر میں نمایاں ہوتی ہے۔یہ بچہ اپنے کتے ،، جیکی،، کے ساتھ کہانی میں علامتی اور تمثیل کے طور پر ابھرتا ہے۔یہ بچہ پارٹیشن کے وقت اس ایک مہاجر خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو پاکستان ہجرت کرنے کے لیے صرف ضروری سامان ہمراہ رکھتے ہیں اور روانہ ہونے لگتے ہیں تو،،احسان،، نامی بچہ اپنے کتے جیکی کو ساتھ لے جانے پر بضد ہے۔اور فوجی سے بحث کرتے ہوئے خود سامان کے ساتھ کتے جیکی کو بھی ٹرک پر لاد دیتا ہے۔انسانی فطرت اپنی جبلتوں سے مجبور ہو کر جانداروں سے موانست رکھتی ہیں۔اسی تعلق سے احسان کتے سے بہت شدید محبت کرتا ہے۔اس کی ماں کتے سے سخت بے زار ہوتی ہے خان صاحب، غصے اور اکتاہٹ میں کتے کو دور چھوڑ آتا ہے۔کیونکہ وہ پاکستان لانے پر بیوی کے ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے۔احسان اسکول سے لوٹنے کے بعد اپنے پالتو کتے کی تلاش میں گھر سے نکل جاتا ہے اور خود کھو جاتا ہے۔واپس پلٹ کر نہیں آتا۔کہانی بچے کی اپنے پالتو کتے جیکی سے سچی محبت کی داستان ہے جس کا مرکزی کردار احسان بچہ ہے۔اشفاق احمد کی افسانوی مہارتوں پر ڈاکٹر مسعود رضا خاکی رقمطراز ہیں:

،، محبت کے سلسلے میں بچوں کی نفسیات کو پیش کرنے میں انہیں کمال حاصل ہے۔اس کی جھلک ان کے افسانے تلاش اور شب خون میں ملتی ہے۔،،14

احسان جیکی کو چھپ چھپ کر کھانا کھلاتا ہے مکھن گھی کے نوالے مٹھائیاں پھل سے پیٹ بھرتا ہے اس سے چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے لطف لیتا ہے جب وہ اپنی ماں سے یہ معصوم خوشاں چھپاتا رہتا ہے۔کیونکہ باقی گھر والوں کے ساتھ ماں خصوصا برداشت نہیں کرتی کہ احسان کتے جیکی کے ساتھ قربت رکھے۔ا

،، اشفاق احمد کی تخلیق میں وہ بے حد طاقتور متکلم کے طور پر ابھرتے ہیں اس کے پاس علم مشاہدے کو

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

و مخصوص نظریئے میں ڈھالنے کی صلاحیت تھی۔،، فکشن کتنا ہی تجریدی کیوں نہ ہو،

اس کو کہیں نہ کہیں زمین پر پیر ٹکانے ہی پڑتے ہیں اور کسی کسی زمانے مین سانس لینی ہی پڑتی ہے۔،،15

اشفاق احمد بچوں کی حساسیت اور رشتوں کی نفسیات پر باریک بینی سے لکھتے ہیں: حشمت جہاں ناز لکھتی ہیں

،،اشفاق احمد محبت کے نغمہ خواں ہیں اور محبت بھی وہ جو گھروں اور خاندانوں مین پروان چڑھتی ہے۔اس محبت میں ننھے منے بچے جو اہم رول ادا کرتے ہیں۔ان کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ تلاش اور شب خون اس کی اچھی مثالیں ہیں۔،،16

در حقیقت اشفاق احمد کہانی کی بیرون سطح پر واضح پیغام دیتے ہیں ہمیں اپنے معصوم رشتوں کی قدر ہر پسند وناپسند کے حوالے سے کرنی چاہیے ان سے وابستہ اشیا اور اقدار اور چیزوں کو عزیز رکھنا چاہیے۔اس سے رشتہ مضبوط ہوتا ہے نرمی احساس سے ابھرتی ہے رشتوں کو اظہار کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ جس طرح احسان اپنے کتے کو اپنا سگا بھائی سمجھتا ہے۔اور والہانہ محبت کے جزبات سے مامور ہے۔وہ کہتا ہے کہ:

،،اور سن، خان یا تو پھینک آاس کو سمندر میں۔ نہیں تو باندھ اپنا بوریا بستر، خان ہنسنے لگا۔اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔امی جہاں مجھے پال پوس کر اتنا بڑا کیا ہے، یوں سمجھو کہ میں اکلیلا آپ کے گھر نہیں آیا میرے ساتھ میرا چھوٹا بھائی بھی ہے۔سب ہنسنے لگے، اور امی کے ہونٹ بھی پھیل گئے۔،،17

حقیقا اشفاق احمد محبت کو انسانیت کے کینوس پر پھیلا کر تمام مخلوق تک وسعت دیتے ہیں۔احسان کا اپنے کتے جیکی سے شدید محبت اس کا واضح اظہار ہے۔اشفاق احمد محبت کو انسانوں تک محدود رکھنے کے قائل نہیں بلکہ چرند پرند جانوروں پھولوں جھرنوں آسمان زمین کی وستعوں میں آباد دنیا تک پھیلاتے ہیں۔ جس طرح احسان کی جیکی کے لیے دیوانگی، والدہ کی اپنے بیٹے احسان کے لیے وارفتگی جس سے مجبور و مغلوب ہو کر پیر بخاری کی زیارت ومنت مانتی ہے۔دعائیں اور تڑپ کا تانا بانا بن کر محبت کی شدت اور لازمی عنصر قرار دیتے ہیں۔ اشفاق احمد احسان کے کردار کے وسیلے سے صرف انسان سے ہی نہیں حیوانات سے بھی محبت کا لازوال درس دیتے ہیں، فنی حوالے سے کہانی کی بنت میں کردار کی اندرونی ساخت بہت مضبوط حوالہ بنتی ہے احسان ایک متحرک کردار ہے جو فطرت کے تقاضوں کو زندگی کی حقیقت کے معنی پہنا دیتے ہیں۔

نوجوان فوجی آفیسر (سنگدل) بے گھر ہونے قتل، جدائی اور لوگوں کی دکھ بھری داستان لئے ہوئے ہے۔یہ افسانہ فسادات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔اس کے کردار خاص رومانویت کے تاثر رکھتے ہیں۔ ہجرت کی ہلچل اور ہنگامے مین گمشدہ لوگوں کو سراغ اور سرحد کے آر پار لاپتہ لوگوں کی بازیابی کا آغاز کیا گیا۔اسی دوران ایک اسٹنٹ سرجن کا بیٹا فوجی کمیشن لے کر مشرقی پنجاب کے ضلع لیاڑاں میں تعینات ہوتا ہے جس کی ذمہ داری اغواشدہ لڑکیوں کی بازیابی اور ان کے گھروں تک پہنچانا تھا۔ یہ چونکہ آبائی علاقہ تھا۔ جہاں

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

وہ اپنی ہندو محبوبہ ،،پمی،، کے ساتھ کئی برس گزار چکا تھا،اپنے فرائض کی ادائگی کے دوران اسے پاکستان کی طرف سے چھٹی موصول ہوتی ہے۔جو کسی اغواشدہ لڑکی کے والد نے لکھی تھی کہ اس کی بیٹی کو سجن سنگھ نامی سکھ نے قید میں رکھا ہے وہ فوجی اس پر لکھ دیتا ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود لڑکی کا سراغ نہیں ملا۔ مگر وہ چھٹی اس کی محبوبہ پمی پڑھ لیتی ہے اور خود جا کر سکھ کی قید سے دیوار پھلانگ کر حسنا نامی مسلمان لڑکی چھڑا کر فوجی ٹرک میں سوار کرادیتی ہے۔یوں پمی اپنی محبت قربان کر کے ،،حسنا،، کو سرحد پار کرادیتی ہے۔اشفاق احمد نے افسانے میں ہجرت کے ہنگاموں کی پیچیدگی، نقصانات اور انسانی ہمدردی پمی کے کردار سے بہت مضبوط کردار کی صورت میں پیش کی ہے کہ عزت کے تحفظ کے لیے دین دھرم ذات پات رنگ نسل کی تفریق معنی نہیں رکھتی انسانیت ایک بے لوث رشتہ ہے جو عام حدود سے بالاتر ہے۔ جس کی وجہ سے ایک ہندو لڑکی ہے کہ وہ پاکستان جا کر مغوی لڑکیوں کو والدین اور خاندان کے پاس پہنچائے۔ فوجی اپنی ،،محبت،، کی تجدید بچپن کے خوبصورت لمحات کے ذریعے کرتا ہے۔

،،پمی اور میں چپکے چپکے نکل کر تھانے کے پچھواڑے ،،لگن،، میں چلے جاتے جہاں بیریوں، گوندنیوں اور سرس کے درختوں کے درمیان سبزی کے چوکور قطع تھے۔یہاں بیٹھ کر ہم نہ جانے کتنی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے۔خوردسال شیشم کے گہرے سبز پتے توڑ کر میں اسے پنیاں بنا کر دیتا جو اس سے کبھی نہ بجتی تھیں منڈیر پر بیٹھے بیٹھے وہ سفید سفید تیزابی مولیاں اکھاڑ کر اپنی اوڑھنی سے پونچھتی اور چاکلیٹ کی طرح کھانے لگی، جنہیں میں آج تک اس اطمینان سے نہیں کھا سکتا۔،،18

اشفاق احمد نے مرکزی کردار کے ذریعے محبت اور ہمدردی کو وسیع جذبے کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ جس میں بلا تفریق رنگ ، جنس، ملت و مزہب عمل پزیر ہونا بنیادی بات ہے۔اس افسانے کا مرکزی کردار،،انسانیت،، کے اعلی اصول کو اہم قرار دیا ہے اشفاق احمد نے بہت محنت سے اسے تراشا ہے، ہجرت، قتل و غارت، فسادات، نظریاتی اختلافات کے باوجود کرداروں کی تشکیل میں کہانی کے معانی اور مقصد کے لیے باریکی سے محنت کی۔ کرداروں کو اپنی گرفت میں لے کر کہانی مین نیا رنگ بھرتے ہیں اور قاری کو کہانی کے اختتام ہمراہ رکھتے ہیں،اس افسانے میں قارئین کی دلچسپی خاص تاثر قائم کرتی ہے۔

شقو(شب خون)

شقو،،شب خون،، کا مرکزی کردار جو کہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہے اور سینی ٹوریم کے ٹی بی وارڈ میں سنپورن سنگھ ،کامریڈ اصغر، مسٹر بھومکا وغیرہ کے ہمراہ زیر علاج تھا۔شقو کا کردار اسم با مسمی ہے اس کی وجہ تسمیہ شقی القلب ہوتا ہے افسانے کے باقی کردار ڈاکٹر شاہ، مس تھارپر، مس نورا، ڈورئین اور بیٹرس نرس مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجے کے لیے تعنیات ہیں۔ افسانہ فنی پہلوؤں سے انسانی ذہن اور جزبات کی عکاسی مکالمے کے ذریعے کی گئی ہے۔ مریض زندگی کی آخری ساعتیں ہسپتال میں گذارتے ہیں کیونکہ وقتاً فوقتاً ان مریضوں میں سے اموات ہوتی رہی ہیں۔ ،،شقو،، بیماری کی شدت کے باعث زندگی سے مایوس ہو رہا ہے اور اس کے پاس کے رشتہ دار

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

ماموں نذر، بوٹی میاں اور خالہ تیمارداری کے لیے آتے ہیں ہسپتال کی ایک نرس پیٹرس شقو سے پیار سے اور موانست سے پیش آتی گرچہ اسے محبت تو کیپٹن عباس نامی شخص سے تھی۔ وہ شقو کی زندگی بچانا چاہتی ہے حوصلہ اور ہمت بندھاتی ہے اور محبت کی وجہ سے خون کا عطیہ دیتی ہے۔ شقو پیٹرس کے رنگ وروپ سرخ وسفید، اور صحت سے حسد کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ٹی بی کا مرض لاحق ہو جائے کبھی اپنی رال اور لعاب سے یا سانس کے زریعے جراثیم منتقل کرتا ہے اور بیماری کی حالت میں منصوبہ بناتا ہے۔ جب بیٹرس اس کے سرہانے سر رکھ کر سو جاتی ہے تو شقو کو شب خون، مارنے کا موقع ملتا ہے۔ خون اور رال سے بیٹرس کے ہونٹوں کے قریب جاتا ہے مگر اسی لمحے گردن لٹک جاتی ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اشفاق احمد کے اس افسانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

،،اشفاق احمد کے افسانوں میں محبت کا حسی تصور بے حد لطیف اور کثیر الاضلاع ہے ان کے افسانے بظاہر محبت کے مرکزی نقطے پر گردش کرتے ہیں تاہم ان کے موضوعات متنوع ہیں اور وہ محبت کی قندیل سے زندگی کے بے شمار گوشوں کو منور کرتے چلے جاتے ہیں۔ اجلے پھول، شب خون، امی، گڈریا اور گاتو وغیرہ افسانوں مین اشفاق احمد نے ارضی لطافتوں کو نیا آب ورنگ دیا ہے۔،،19

اشفاق احمد نے افسانے کے کردار شقو،، کو معاشرے کے حقیقی اور جیتی جاگتی تصویر تخلیق کر دیا ہے۔ مریضوں کی بے بسی اور بدلتی ہوئی ذہنی کیفیات اور احساسات سے ظاہر کر دیا ہے اور موثر انداز سے کردار کی داخلی کیفیت کو ذہنی اتار چڑھاو، لب ولہجہ انداز اور برتاو بالکل زندگی سے مایوس اور موت کی آغوش میں بڑھتے مریض کی زندگی کے آخری لمحات میں نمایاں کیا ہے۔ کیونکہ مادیت پرستی کے اس خود غرض زمانے مین مریض کو عزیز واقربا کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے تنہائی کا شکار ہونا پڑتا ہے اور دوسرا مریض سے فاصلہ اور دوری اس کی بیماری کے خطرات کی وجہ سے بھی اختیار کیا جاتا ہے اسی شقو اس جیسے مریضوں سے گھر والوں میں جو ملنے آتا ہے کچھ دیر بعد وارڈ سے چلا جاتا ہے۔ اور مریض آنکھوں کے سامنے موت کا منظر دن رات دیکھتے ہیں تو زندگی کی رہی سہی کسک ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہی بے حسی ان میں نفرت، حسد اور انتقام کے جذبات ابھارنے کا باعث بنتی ہے۔ اشفاق احمد لکھتے ہیں:

،،آخر میں بیٹرس کو کیا حق حاصل ہے کہ سرخ وسپید چہرہ لیے ہمارے درمیان گھومتی پھرے۔ خدا نے اسے کیوں صحت مند بنایا اور ہمیں بیمار۔۔۔! وہ اپنی جوانی کا، صحت اور تنومندی کی نمائش کر کے ہمارا مذاق اڑاتی ہے۔ اس کے لاشعور میں کمزوریوں اور بیماریوں کے خلاف تمسخر ہے۔ آخر اسے ہی کیوں اتنا خون سونپا گیا ہے، کیوں ایسی زندگی عطا کی گئی ہے؟ کیوں۔۔؟ آخر کیوں،،؟20

افسانے کے مرکزی کردار شقو کے ذریعے افسانہ نگار نے غیر جانبدار ہو کر زندگی کے فطری احساس مایوسی، تنہائی، حسد، تکلیف اور موت کا خوف اور دلی کیفیات، محسوسات کو قلم زد کیا ہے۔ اشفاق احمد کہانی کے کردار سے مرض کا شکار ہونے کی وجہ سے زندگی سے مایوسی اور بے بسی اور خود اذیتی کے ساتھ شقی القلبی، حسد کی کیفیت کو اجاگر کرتے ہیں اور موثر احساس ثبت کرتے ہیں۔

حامد (توتا کہانی)

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

اس افسانے میں اشفاق احمد ایک لاابالی نوجوان حامد کی محبت اور جذباتی انجام سے معاشرتی اقدار اور روایات کی سختی کو کھول دیتے ہیں۔ یہ افسانہ مرکزی کردار حامد کی محبت کی خاطر قربانی دینے والا مضبوط کردار ظاہر کیا ہے۔ اشفاق احمد نے اپنے بیشتر افسانوں میں ماضی کی باز یافت کی تکنیک، فلیش بیک کو استعمال کرتے ہیں۔ اشفاق حمد کے اکثر افسانوں میں حال سے ماضی کی جانب سفر کہانی کے پلاٹ کو بہترین بنت میں لاتا ہے۔ اور تجسس اور روانی ایک ساتھ رو پذیر ہوتے ہیں۔ حامد اگرچہ ماضی کے جھروکوں مین محو ہے مگر اس کا یہ عمل اکتاہٹ، افسردگی یا گمشدگی میں نہیں بلکہ خوشی و تسکین کو نمایاں کرنے کا باعث ہے محبت اپنے کرداروں میں گنگناتی اور مسرور زندگی کی نمائندہ ہے۔ حامد لاہور مین اپنے باورچی کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہائش پذیر ہے اس کے پڑوس میں خجستہ نامی لڑکی اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتی ہے۔ والد سرکاری ملازم ہیں اور والدہ سخت گیر اور دل کی مریضہ ہیں۔ خجستہ اپنے پھوپھی زاد سے منسوب ہے مگر خجستہ اور حامد محبت میں مبتلا بھی ہیں گھر کی چھت پر گفتگو اور رابطہ ہوتا ہے۔ خجستہ پھوپھی کے ہمراہ تفریح کے لیے مقبرہ جہانگیر جاتی ہے۔ اور حامد یہ اطلاع ملتے ہی وہاں پہن جاتا ہے۔ حامد مینار پر چڑھ جاتا ہے خجستی سے ملنے کی خواہش اسے تڑپاتی ہے خجستہ اسے وہاں دیکھ کر حیران اور گھبرا جاتی ہے باہمی گفتگو سے قربت بڑھتی ہے۔ والدہ اور پھوپھو کے اچانک آنے کی وجہ سے حامد خجستہ کی رسوائی اور بے عزتی کے خوف سے مینار سے چھلانگ لگا دیتا ہے۔ تاکہ خجستہ کی زندگی برباد نہ ہو، معاشرے کے ان جزباتی اور لاابالی نوجوانوں کی ادھوری محبتوں اور عارضی وابستگیوں کی کہانی اشفاق احمد نے بہتر طور افسانوں کا موضوع بنائی ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار شدید محبت کے باوجود اپنی محبوبہ کے لیے قربانی دے کر ضبط اور اصول عشق کی مثال بن جاتا ہے۔ حامد اپنے دوستوں کو اپنا یہ کارنامہ افسانے کے آغاز میں سناتا ہے۔

،،حامد نے کہا، تم نے میرا جو کارنامہ سننے کے لیے یہاں بچائے کی دعوت دی ہے۔ وہ اپنی نوعیت کا بالکل انوکھا ایثار ہے جو میں ایک عفت مآب لڑکی کی خاطر کر سکا۔ شاید تم میں اسے سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو، لیکن اس کی برتری کے تم یقعنا قائل ہو جاوگے،،21

اشفاق احمد نے حامد کے کردار کے حوالے سے مدل کلاس گھرانوں میں پائے جانے لوگوں کی دلی کیفیات کو سامنے لاتے ہیں، جہاں محبت کی عزت اور مرتبہ تب بڑھ سکتا ہے جہاں عفت و عصمت کی پاکیزگی کو ملحوظ خاطر رکھنا پہلی ترجیح ہوتا ہے۔ نمود و نمائش اور اظہار کی سماجی پابندیوں کو توڑنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیں محبت کا طرز حقیقت کے قریب تر لگتا ہے۔ سب سے اہم منظر مقبرہ جہانگیر پر محبوبہ کے مرکزی کردار حامد سے ملاقات ہے۔ جہانگیر مغلیہ سلطنت سے وابستہ محبت کی علامت سے منسوب ہے۔ انار کلی سے اس کی محبت اور قربانی بے مثال نظیر کی علامت ہے یوں مصنف نے کہانی کو داستانوی طرز بیان عطا کیا ہے۔ مکالمہ میں دلچسپ انداز اختیار کیا گیا ہے:

خجستہ اس طوطے سے جان چھڑانا چاہتی ہے جو اس نے دل میں حامد کی محبت میں پال رکھا ہے۔ حامد کہتا ہے:،، میں نے کہا اس توتے کو نہ مارنا۔ اس میں میری جان ہے اگر میری جان نکل گئی تو تم مر جاوگی۔ اس نے کہا مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں۔ میں نے جواب دیا مجھے بھی اپنی زندگی کی پروا نہیں مگر مجھے توتے کی زندگی عزیز ہے۔،،22

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

اشفاق احمد نے اپنے لازوال کرداروں کے توسط سے محبت جیسے جزبے کو امر کر دیا ہے۔اس جزب و وفور سے حامد بہترین تاثر چھوڑتا ہے۔

نمدارا(بندرابن کی کنج گلی میں)

افسانے بندرابن کی کنج گلی میں،، نمدارا کا کردار محبت،، کی انمٹ مثال ہے جو اپنی محبوبہ کلثوم کے حوالے سے ابھرتا ہے۔طبقاتی تفریق کا شکار نمدارا مچھیرا حقیقت پسندانہ کردار نگاری کے طور پر ابھرتا ہے وہ ایف۔اے کے بعد نوکری کی بجائے بی۔اے میں داخلہ لیتا ہے۔ گھر میں کمیٹی کی نوکری کے بجائے سے تنخواہ بھجوانے کے بجائے تعلیم کو مکمل کرتا ہے۔تاکہ اچھی نوکری کے ساتھ بنگلہ گھر، گاڑی کی امید دلاتا ہے۔شام کو باپ کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے جاتا ہے۔اور دو آنے کمائی روز ہوتی ہے۔اسی دوران شہر کے کالج جاتا ہے دوستوں کے ساتھ ایک سیٹھ کے باغ میں مالٹے چرانے جاتا ہے پرنسپل کی جواب طلبی پر سٹیھ کی بیٹی کلثوم شناخت سے انکاری ہو جاتی ہے تو اس کی جان بچ جاتی ہے۔لڑکی کی نمدارا سے محبت اور لگاو نمایاں ہوتی ہے۔وہ حامد کی محبت میں مادیت پرستی کے ماحول مُن اردو ادب کی طالبہ ہونے کے باوجود اقتصادیات مُن دلچسپی لینے لگتی ہے بالآخر امتحان سے پہلے ہی چلی جاتی ہے۔ادھر نمدارا پڑھائی کے ساتھ شام کو کسی سیٹھ کے پاس خط و کتابت بھی کرتا ہے جب مناسب نوکری نہ ملی تو تالپور خاندان کے نواب کے پاس منشی کی نوکری کرنے لگتا ہے، وہاں سے دل بھر گیا تو حیدر آباد کے ہسپتال میں وارڈ بوائے کی نوکری کرنے لگا۔آٹھ برس کے بعد ایک مریضہ ایمرجنسی میں داخل ہوتی ہے اس کا سیٹھ باپ اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ڈاکٹر علاج معالجے کے بعد نمدارا کو اسکی دیکھ بھال کی ذمہ داری دے جاتا ہے۔نمدارا جب کلثوم کو مریضہ کی صورت دیکھتا ہے جو اس کے پکارنے پر اسے دیکھتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند لیتی ہے۔اشفاق احمد نے بہت احتیاط سے فنی تخلیق کاری کے تحت اس مرکزی کردار،، نمدارا،، کے ارتقائی مراحل کو تصویر کیا ہے۔غربت کی چکی میں پستے مچھیروں کی نفسیات، جذباتی وابستگی اور تذبذب کے مرحلے میں وہ کسی طرح خود کو حالات میں ڈھالتا ہے ایک ایک پیسہ جوڑ کر جدید لباس اور خوشحال زندگی کے خواب کو پورا کرنے کی تگ و دمیں گم ہو جاتا ہے تاکہ سماج میں اہم مقام حاصل کر سکے۔اسے کلثوم کی باتیں محبت کے اظہار میں آڑ بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جب وہ مچھیروں کی بستی کی عورتوں کے اوصاف گنواتی ہے۔پسندیدگی گنواتی ہے مگر نمدارا راز فاش ہونے سے موضوع بدل دیتا ہے: عبدالقادر سروری لکھتے ہیں

،،ارتقائے کردار کے اصلی معنی اشخاص قصہ کی ان فطری اور ابتدائی خصلتوں کا بتدریج اظہار ہے۔جو ان کے اسلاف، فطرت اور سرشت، قوت ارادی اور ان کے معاشرتی ماحول کے اثرات ان میں پیدا کر دیتے ہیں۔ارتقائے کردار میں اعتدال عمومانہ صرف روایات کے اثر، عادت اور معاشرتی جماعتوں کے خیالات سے رونما ہونے لگتا ہے۔بلکہ ایک فرد کے دوسرے کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے بھی۔،،23

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

اشفاق احمد کے کردار عموماً متحرک اور جاں نثاری کی علامت ہوتے ہیں۔ مگر یہ کردار دورخی شخصیت کا بوجھ اٹھائے کہانی میں،، محبت،، کی پناہ تلاشتا ہوا ملتا ہے۔ مجموعی تاثر میں کردار میں قنوطیت اور مایوسی نمایاں ابھرتی ہے جو مکمل انسانی شخصیت اور ذہنی ارتقا میں حائل بد نما روکاوٹ ہے۔ وہ کلثوم سے اظہار محبت سے گریزاں ہے اس کی بوسہ شدہ کتاب کو لائبریری میں محبت کی معراج سمجھتا ہے۔ حالات محبت کے خلاف فیصلہ سناتے ہیں۔

،،جب تحصیلدار، نائب تحصیلداری، ضلعداری۔آبکاری اور خودکشی کے تمام دروازے بند ہوگئے تو میں بغیر اطلاع کے سندھ لاگیا

24،،۔

اشفاق احمد نے معاشرتی حیثیت کا تعین غربت، تنگ دستی، بے وقعتی کے ذریعے کردار کی روح میں رنگ بھرے ہیں۔

بابا(بابا)

اس افسانے میں بابا کے مرکزی کردار میں شروع سے آخر تک ایثار و قربانی کی اکساہٹ نمایاں کی گئی ہے۔ ہمدردی، خلوص انسانیت کی پہچان تو ہی ہی ایک جیتا جاگتا حقیقی کردار جو سماج معاشرے خاندان کی عمومی مثال کے طور پر ملتا ہے۔اشفاق احمد نے اس عام کردار کو فنی خوبیوں اور صفات سے مزین کر کے افسانے کا کردار بنادیا ہے۔ بابا ایک مقصدی اور اصلاحی کردار ہے ایسا بوڑھا شخص جس کا بیٹا وحید ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کر کر کے ولایت سے واپس آتا ہے۔ تو اس کی بیوی ایلن اور بیٹا مسعود بھی ہوتا ہے۔ایلن مگر بی عورت عیسائی ہے دادا اپنے پوتے سے شدید محبت کرتا ہے یہ فطری رشتوں کا غلبہ ہے۔ وحید اور ایلن کو جدید طریقے کاشتکاری اور مویشی پالنے کا مشغلہ پسند ہے ۔اسی کی بناپر آبائی زمینیوں کو کاشت کاری میں وسعت دیتے ہیں۔ گھوڑے، مارمی گائے، بطخیں اور مرغیاں پالتے ہیں جس میں جدید ذرعی آلات کام میں لاتے ہیں۔ مسٹر پیٹر ایک انگریز ہے ان کی گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے وہ ان کے علاقے مُن رکتا ہے اور ان دونوں میاں بیوی سے تعارف ہو جاتا ہے۔ ایل اپنے شوہر وحید کا تعارف کرواتی ہے انگریز کے مطابق انگریزی سرکار کو ڈاکڑوں کی ضرورت ہے اسی کے تحت وحید واپس نوکری پر چلا جاتا ہے۔ ایلن کے دوسرے بچے کی ولادت متوقع ہوتی ہے۔ جب شدید بارش کے باعث نہر کا بند ٹوٹ جانے سے گاوں کے مویشی سب سیلاب مُن بہہ جاتے ہیں۔ بہت زے ادہ جانی و مالی نقصان ہوتا ہے۔ ایلن ایک گائے کو بچانے کے لیے پانی مُن چھلانگ لگادیتی ہے۔ سردی کی وجہ سے شدید بمار ہو جاتی ہے۔ بابا بمار بہو کی مدد کے لیے ساتھ والے گاوں جا کر مدد مانگتا ہے کہ بہو زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اسے بچانے میں مدد کرو مگر ہسپتال کے ڈاکڑ اور نرس کوئی آمادہ نہیں ہوتا یوں واپسی پر بہو کو مردہ حالت میں دیکھتا ہے۔ اسی دوران شدید فسادات کی وجہ سے پوتے مسعود کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ ریلوے سٹیشن، مختلف بستیوں مُن لوگوں کے پاس پناہ لیتا ہے مگر بلوائیوں کے حملے میں مارا جاتا ہے۔اور معصوم پوتا مسعود دنیا مُن بے

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

سہارا ہو جاتا ہے۔ افسانہ میں تقسیم ہند کے نتیجے میں فسادات، قتل و غارت کے پس منظر کو اور اس دردناک صورتحال کو بیان کیا ہے۔ یہ درد بھری داستان چند کرداروں کے داخلی و خارجی جذبات سے بیام کی گئی ہے۔ ڈاکر انوار احمد لکھتے ہیں:

۱۹۴۷،، کے فسادات پر ہر طرح کے افسانے لکھے گئے ہیں۔ دکھ بڑھانے والے زخموں پر پھاہے رکھنے والے، کچھ کہہ دینے والے، آس بندھانے والے، قلبیت کا مظاہرہ کرنے والے اور تاریخی بصیرت کو بروئے کار لانے والے اشفاق احمد کے دو افسانے،، گڈریا،، اور بابا،، تو درد کی انتہاؤں کو چھوتے دکھائی دیتے ہیں۔،،25

اشفاق احمد،، بابا،، کے کردار کو نزاکت سے لفظوں میں پرو دیتے ہیں آغاز سے انجام تک کردار کے مختلف رخ ابھرتے ہیں۔ نفسیاتی اور معاشرتی المیے کے موضوع پر لکھا یہ افسانہ کردار کی احتیاط کے ساتھ کہانی کی جہتیں سامنے لاتا ہے۔ فطری آہنگ کے ساتھ بابا کی اپنے رشتوں سے والہانہ محبت، بیٹے اور بہو اور پوتے کی محبت اور قربانی کی اعلی مثال سامنے لائی گئی ہے۔ جو لازوال امر ہے۔ بابا کا کردار ایک ناصح اور ہمدرد شفیق رشتے اور مشرقی بزرگ کی حیثیت سے امر ہوا ہے۔ قابل تعظیم کردار ہے۔ پوتے سے محبت ہر دادا کی روح کی تکمیل ہے،، بابا،، نے پوتے مسعود کو اپنے ساتھ ساتھ رکھ کر اس کی شخصیت کی تکمیل کی ہے۔

،، بابا مسعود کو لے کر رہٹ پر گیا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ اسے کلمہ سکھا رہا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، بابا مسعود سے لاالہ الااللہ سنا کرتا اور جب وہ ایک مرتبہ بالکل ٹھیک سنا دیتا تو وہ اسے میٹھی گولیاں اور بسکٹ دیتا اب بھی دور رہٹ کی گدی پر بابا مسعود کو گود میں لیے کمالو کو کلمہ سنوا رہا تھا۔،،26

اشفاق احمد نے بابا کے کردار میں سادہ لوح پر خلوص، محبت آشنا دیہاتی کی تمام تر خصوصیات نمایاں کر دی ہیں۔ الغرض یہ کردار ہمدردی اقدار اور انسانی وقار محبت انسانیت شناسی میں اعلی معیار کے رشتے کو کہانی کا مرکزی کردار بنا دیتا ہے۔

کالا بدل (پھلکاری)

کالا بدل اشفاق احمد کا ایک منفرد افسانہ ہے جس میں انہوں نے ایک قلندر کے بارے میں کہانی کا آغاز کیا ہے۔ جو دھول پور سے راٹھیاں آباد ہوا۔ افسانے کا اسلوب خالص دیہی انداز میں وہاں کی تہذیب، رہن سہن، بود و باش، کا عکاس ہے۔ یہ اشفاق احمد کی اہم صفت ہے کہ کہانی کی واقعاتی بنت ربط و تسلسل کے ساتھ قاری کی تفہیم اور انسیت پیدا کرنے کے لیے کہانی میں کردار کا روپ دھار کر زبان جملوں، الفاظ سے علاقائی تہذیب و ثقافت کو شوخ کر دیتے ہیں۔ مثلا تھاں، اپڑتے، وستر کپڑے، ھور ڈھنگ، سوانی وغیرہ جیسے الفاظ راٹھیاں کی علاقائی زبان کی علامت ہیں۔ موجو اور اس کی بیوی ٹھمکی اپنے کالے سیاہ لمبے بالوں والے صحت مند ریچھ کے ساتھ خوشی خوشی بسر کرتے تھے اس ریچھ کا نام،، کالا بدل،، اشفاق احمد نے اس کے کالے دھت سیاہ رنگ کی وجہ سے رکھا۔ وہ علامت کو بروقت کردار کی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

شناخت کا ذریعہ بنانے کے ماہر ہیں۔اسی ریچھ کے نام پر افسانے کا عنوان ،،کالا بدل،، رکھا گیا ہے۔ جس کا تعارف مصنف ان الفاظ میں کرواتے ہیں:

،،موجو اور ٹھمکی کے نال جو کالا ریچھ تھا وہ ضرور ویسا ہی تھا۔ جیسے ساری دنیا کے ریچھ ہوتے ہیں۔ لمبے لمبے بال، بھارا بھارا وجود پہلے سجے پاسے کے دونوں قدم ایک ساتھ چلتے ہیں، پھر کھبے پاسے کے۔ سینے کے اوپر دھولے بالوں کنٹھا، مسک پر چھوٹے بال۔ گردن پر گچھے دار پٹے اور پیٹ کے نیچے چھوٹی چھوٹی لویئں، تھوتھنی پر چمڑے کی کنی ناک میں پیتل کا کڑا۔ چھوٹے پیر، گندے مڑے نوہنہ، مہاجنی چوتڑ اور منہ میں بھی دانے کا ہر وقتی تھوک۔ رسی موجو کے ہتھ ہوتی پر اشارہ وہ ٹھمکی کا دیکھتا۔ جدھر سین مارتی ادھر کا ہو جاتا۔،،27

اشفاق احمد ہر موضوع پر اپنے مرکزی کردار کی تشکیل گہرے مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر کرتے ہیں وہ انسانی ذہن اور نفسیات کے ساتھ اپنے افسانے کے تمام جانداروں کی زمین پر بتائی گئی زندگی، اعادات واطوار اور مشاغل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہ ان کے بیان اور اسلوب کی نمایاں خوبی ہے۔اس افسانے میں موجو کی ریچھ تماشا کے دوران کی جانے والی گفتگو قابل غور ہے جو پیٹ پوجا کے لیے اللہ کی مخلوق بے زبان جانوروں کو گلی گلی، گاوں گھوٹ میں نچا نچا کر رزق تلاش کرتا ہے۔ مگر ساتھ من کا خوف، آدم خور جانور کا ڈر بھی ابھرتا ہے جو فطری ہے۔ مصنف نے اسے یوں لکھا ہے:

،،موجو ڈگڈی کھڑکا کے کہتا: لوو جی مہروانو، قدردانو! ایدھر ریچھ کا تماشا دیکھو! ایدھر قلندر کی وارتا سنو، شیراں کے وزیر کو نتھ پا کے نچانا جنے کنے کا دل پرچانا کوئی سکھلا کام نئیں۔ اک سانہہ اندر، ایک باہر، موت مرن کا دھڑکا۔ سٹ پھٹ کا خطرہ۔ جنگل بیلے کا وزیر ماس خور نالے کیز خور، ہر وقت کا سہم، ہر وقت کا جگرا تا سرتے کال کا چکر دل وچ موت کا بھو۔ فقیرا فقیری دور۔ موت نیزے، ہر وقت چکنا چور اللہ نبی کا واسطہ اللہ نبی کا رحم۔،،28

موجو جس جانور کو لئے لئے بستی گوٹ گاوں گھوم کر تماشا کرتا اور بچوں بڑوں سے آنا ٹکہ، روپیہ اکٹھا کر کے اور سب سے دلچسپ کالا بدل اور ٹھمکی کی لڑائی اور اکھاڑ پچھاڑ ہوتی جو ایک مصنوعی کھیل کی طرح اپنائی جاتی اور بالآخر ٹھمکی تھک کر چھلانگ لگا کر کالا بدل کی پیٹھ سے چپک جاتی اسے ڈھیر کرنے میں کامیاب ہو جاتی۔اس کہانی میں پالتو جانور کی اپنے مالکوں سے وفا اور نڈر ٹھمکی جو اس بے زبان خون خوار مار خور کو پیار کے لمس سے آشنا کرتی لوگوں کے سامنے مالک کے اشارے پر رقص کرنا اور پھر اپنے ساتھ لڑتا اکھاڑ پچھاڑ کرنا سکھاتی کیسے کوئی ماں اپنے بچے کو چلنا، بولنا اور رد عمل کرنا سکھاتی ہے۔ ٹھمکی کا کردار افسانے کا مضبوط نسوانی کردار ہے جو اپنے پالتو ریچھ ،،کالا بدل،، کی دیکھ بھال، روٹی ٹکر، نہلانا ٹہلانا اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتی اور موجو کی تاکید کے باوجود اس کے ساتھ چپک کر سلاتی، پیٹھ کھجلاتی۔ کالا بدل اپنی مالکن ٹھمکی کے ساتھ لاڈ کرتا، اس کی آواز پر رکتا اور چلتا جیسے اس نے ان دونوں میاں بیوی کو روٹی کما کر دینے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہو۔ قدرت کا حق کا نظام ہی الگ ہے۔ انسان کی پہچان ان ڈھور ڈنگروں کے لیے بھی ڈر، شکاری کے خوف کی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

طرح اور کبھی مانوس، مائی باپو کی طرح قربت کا باعث بن جاتی ہے۔ سادہ اسلوب میں داستان کہنے کا فن اشفاق احمد کی فطری صلاحیتوں کی خوبی بن کر ابھرتا ہے۔ انسانوں کا جانوروں سے سگا رشتہ جوڑ دیتے ہیں وہ احسان کا جیکی ہو یا موجو کا کالا بدل ریچھ مانوس کردار بن جاتے ہیں۔ اور اسی طرح شدید سردی میں گندم کی فصل پکنے کے لیے تیار ہو رہی تھی نسری کھڑی تھی کہ کالا بدل بیمار ہوا اور کچھ عرصے میں مر چلا اس کی جدائی میں اس کی مالکن ٹھمکی تو جیسے ہوش گنوا بیٹھی۔ اس کی لاش نہر کنارے لئے روتی رہتی، صدمے سے دوچار ٹھمکی جیسے اپنا،، جوان بچہ،، کھو کی تھی۔ کالا بدل کی کھال سوکھنے لگی تو ایک دن اسے نہر کے پانی سے دھویا پھر اسے،، لون بھرک،، کے گول کیا، گھٹھری باندھی اور اپنے پالنہار ریچھ کی کھال کو لے کر اجنبی راہ چل پڑی۔ موجو کو کالا بدل کی جدائی کا دکھ تو تھا پر اس سے زیادہ اپنی گھر والی کی گمشدگی کا ارمان پاگل کر گیا۔ اب وہ گلی گلی بے آسرا ڈکے تنکے چگتا رہتا تھا۔ اشفاق احمد نے کہانی کا اختتام ان الفاظ پر کیا:

،، کٹھی کمائی نہ رہے تو بندے نے ٹھور ٹھور ٹھاں ٹھاں جا کے تیلے تنکے ای چگنے ایں کہ پر موجو اپنے ریچھ کی یاد نہیں کرتا، ان باٹوں کو تکتا رہتا ہے، جدھر سے ٹھمکی آسکتی ہے۔،،29

زندگی کے نشیب و فراز اور غربت کی لکیر کہاں اپنا رستہ بدلتی ہے۔ اس کا پتہ انسان کی قسمت اور حالات کے سر ہے۔ کہانی کے اجزا کی ترتیب میں معانی اور مفاہیم کی وسعتیں تو اشفاق احمد کا کمال ہے ہی مگر فنی خوبیوں کو بھی بہ احسن برتتے ہیں۔ اس افسانے میں ٹھمکی کا کردار زیادہ مضبوط دکھایا گیا ہے جو اپنے پالتو ریچھ سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور وفاداری نبھاتی ہے۔ اپنی جان جوکھم میں ڈالتی ہے اور کالا بدل کو سدھاتی ہے۔ اور پھر اس کے مرنے کے بعد بھی غم سینے سے لگائے نکل کھڑی ہوتی ہے۔ اس افسانے کا اہم ضمنی کردار کالا بدل (ریچھ) کا ہے جو کہانی میں ایک متحرک کردار کی حیثیت سے اپنی محنت مشقت اور جاں لیوا لڑائی لڑتا ہے اور سب سے اہم بات اسکی وہ مصنوعی اداکاری ہے جو ہر تماشے میں وہ ٹھمکی کے اشارے پر دکھاتا ہے۔

داؤ (پھلکاری)

اشفاق احمد کے اس افسانے کا مرکزی کردار گاؤں کا غریب بھٹیارا کماں ہے جو اپنی گذر بسر کو بہتر کرنے کے لیے اپنی کمائی کو جوئے سے بڑھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور وہ،، بوڑھی تائی،، جو نجانے کہاں سے آئی، اس کا کون کون اس دنیا میں تھا کسی کو خبر نہ تھی۔ وہ سب ضرورت مندوں کی مدد کرتی اسے ہمیشہ کہتی کہ کمیاں چھوڑ یہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے داؤ کھیلنا کوئی بڑا داؤ لگا اور بڑی ذات والے سے بڑا داؤ کھیل اور جنت میں کوئی بڑا کوٹھا، محل تعمیر کر۔ داؤ بہت خوبصورت سادہ اسلوب میں لکھی مقصدی، اصلاحی کہانی ہے کرداروں کی پہچان کے توسط سے انکشاف تک پہنچتی ہے۔ کہانی ایک ایسی تنہا ادھیر عمر عورت کی ہے جو نیکی اور جنت کمانے کی دھن میں مگن ہے، وہ تائی سے جوئے میں بڑا داؤ لگانے کے لیے رقم کا مطالبہ کرتا ہے مگر تائی اسے ہر بار صاف انکار کر دیتی ہے کہ دنیا کے لیے نہی آخرت کے لیے بڑا داؤ کھیل کمیاں۔۔۔۔۔ اور پھر ایک دن جب کما اپنے سارے قرض ادا کر دیتا ہے تو اپنی بڑی رقم کے لیے بڑا داؤ لگانے کے لیے

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

گھر سے نکلتا ہے تو مسجد کے باہر لمبی بھیڑ دیکھ کر جب کمیاں حیران رہ گیا اس بے چاری اکیلی عورت تائی جو سب کی ضرورت پوری کرتی تھی آج لاچار بے گور و کفن پڑی تھی کوئی درد مند اس کے آخری سفر کو احترام سے پورا کرے مگر کوئی نہ بڑھا کہ نیک عورت ہے ایسے ہی دفنا دینا چاہیے مگر کما اپنی بیوی کو کہتا ہے تو ٹھہر میں شہر سے کفن لے کے آتا ہوں۔۔۔یہ اللہ جی کے گھر معاملہ ہے اور اس نے مجھے جنت کمانے کے ایک بڑا موقع دیا ہے۔اور یوں وہ تائی کی سیکھ پر دنیا کے داؤ کو چھوڑ کر آخرت کے لیے بڑا داؤ کھیل جاتا ہے اور اس سے بڑھ کیا داؤ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

ماسٹر روشی،،(صبحانے فسانے)

اس افسانے کا مرکزی کردار ایک سٹیج اداکار برصغیر کے نامور فن کار، شاعر، ادکار، موسیقار جناب روشن علی ساغر المعروف ماسٹر روشی ہیں جن کی زندگی کے عروج و زوال کے ادوار اور اختتام کے بارے میں اشفاق احمد نے بڑے موثر انداز سے زندگی مختلف اوقات کی تفصیل بیان کی ہے در حقیقت زندگی کے فانی ہونے کا فلسفہ بھی سامنے آتا ہے کہ انسان ہمیشہ ایک ہی جیسے وقت سے دوچار نہیں رہ سکتا بڑے بڑے گوہر نایاب بھی اپنا مقررہ وقت گزر جانے پر پردہ سکرین سے ہٹ جاتے ہیں۔یہ دنیا ہے اور سب سے اہم مکالمہ اختتام میں ایک بڑھے بڑھئی کی ضعیفی کے حوالے سے دنیا کی سنگدلی پر کرب کا باعث بھی ہے۔دنیا کی بے ثباتی کا موضوع نمایاں ہے۔ایسا فنکار جو اپنے فن کو اپنے ہم وطنوں کے قدوم میمنٹ لزوم،، پر قربان کر دیتا ہے اور خود گمنامی کی زندگی میں لے جاتا ہے۔افسانے کا کردار ایک فنکار ہے اور مصنف نے ایک ادیب ہونے کے حوالے سے فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے ایک نامور گائیک اور سٹیج فن کار کا کردار پیش کیا ہے جو اپنے وقت میں بڑے کامیاب رہے۔راوی واحد متکلم میں جب ایک شہرت یافتہ ادکار شاعر موسیقار سے ملتے ہیں تو وہ ایک جواں سال بیٹی عمرانہ جو ماسٹر ڈگری ہولڈر اور موسیقی کی شوقین ہے اس کے ہمراہ گمنامی اور کسمپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار جی رہے تھے یا جینے کی بھونڈی سی نقل کر رہے تھے۔لاکھوں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن،،ماسٹر روشن علی ساغر،،ماسٹر روشی کو اب صرف اس کے دوست احباب جانتے تھے۔یا پھر وزارت تعلیم کا ہر کارہ جو ہر سال جون میں ایک تار لایا کرتا تھا۔اور اس تار کو جیب میں ڈالے وہ ،،اے جی،، کے آفس میں جاتے کوئی نہیں پہچانتا تھا کہ یہ شخص لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہوتا تھا۔

،،اے زمانے تو بڑا ہر جائی ہے تو کسی کا ساتھ نہیں دیتا اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔،،

اشفاق احمد نے عروج اور زوال کے وقت میں دنیاوی زندگی کی وقعتی کو بہترین مکالمے کے ذریعے بیان کیا ہے۔مثلا ماسٹر روشی جو ایوارڈ یافتہ فنکار تھے ان کے عروج کا منظر ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

،،ایک وہ زمانہ تھا جب عورتیں اپنے کانوں کے بالے، ہاتھوں کی پہنچایاں، جوڑے کے ہار اور لٹوں کے لچھے سٹیج پر اس کے قدموں میں پھینک دیتی تھیں، اور وہ کمال بے نیازی کے ساتھ دونوں ہاتھ پھیلا کر سر جھکاتا، بدن نچاتا سٹیج پر سے غائب ہو جاتا تھا اور دیر تک تالیاں بجتی رہتی تھیں۔،،30

زندگی کے نشیب و فراز اتار چڑھاؤ سے ایک ادیب جس قدر گہری آگہی اور روشناس رکھتی ہے، ایک عام انسان کی نگاہ نہیں کر سکتی۔ اشفاق احمد زمانے کے نباض ہیں انہوں نے اس افسانے میں علم و ادب فن شناسی کی بے قدری اور زمانے کے ہاتھوں وقت کے تغیر کا منظر حقیقت کے آئین میں منعکس کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

،،اس ملک میں ادیب م آرٹسٹ فن کار کی کوئی قدر نہیں۔ جب اس کی شہرت کا سورج زوال پذیر ہوتا ہے۔ تو وہ رات کے اندھیرے میں بھی باہر نکلتے سے گھبراتا ہے کہ کہیں وقت کے چمگادڑ اس کے بدن سے چمٹ کر خون کے آخری قطرے بھی نہ چوس لیں۔ جوں جوں وقت قریب آتا ہے آرٹسٹ مرنے سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔،،31

راوی واحد متکلم کی زبان سے کہانی کے داخل کی کیفیت کو کھول کر مرکزی کردار ،،ماسٹر روشی،، کے مجسم وجود کی گمشدہ تصویر سے آہستہ آہستہ پردہ کھینچتے ہیں اور فلیش بیک ماضی کی گرد ہٹاتے ہوئے ایک منجھے ہوئے فنکار کی تصویر مکمل ہوئی جاتی ہے۔ اپنے شہرت و ناموری کے وقت کی البم تھامے ایک باصلاحیت شخص اپنی ہنر مند موسیقی کا شوق اور بہترین مہارت رکھنے والی بیٹی کے ہمراہ تنگدستی اور بدحالی کے دن گزار رہا ہے۔ جس سے ملاقات میں راوی تمام حال گذشتہ سنتا ہے اور انہیں اپنے ریڈیو پروگرام انٹرویو کے مدعو کرتا ہے تاکہ زمانے کو لوگوں کو اپنے ہر دلعزیز محبوب فنکار سے دوبارہ ملوایا جا سکے اس دوران جب راوی کی پہلی بار ماسٹر روشی سے ملا تو زندگی اور وقت کی ناقدری سے دلبرداشتہ انسان کا گلہ سن کر تعصف ہوا۔

،،واہ میاں کیا بات کہی ہے تم نے، ساری عمر کچے لوگوں سے یاری کی لیکن کوئی بھی دل ہمارے لیے مہینوال کے بھانڈے کی طرح نہ ٹھنک سکا۔،، میں نے کہا، ماسٹر صاحب انجیل میں لکھا ہے کہ اگر میں سارے جہاں کی بولیاں بولوں اور تمام دنیا کے علم حاصل کر لوں، لیکن محبت نہ کروں تو میں ٹھنٹھناتا ہوا پیتل اور جھنجھناتی ہوئی جانجھ ہوں۔،،32

ماسٹر روشی،، ایک درد مند انسانیت کا خیر خواہ فنکار تھا۔ جو سٹیج پر نوازی جانے والی داد کو غریبوں، محنت کشوں میں تقسیم کر دیتا، اپنے بہت اچھے خوشحال وقت میں بھی ہاتھ تنگ نہیں رکھا اور لوگوں کے دلوں میں عرصے تک بستا رہا مگر یہ افسانے کا وہ کردار ہے جو اس عہد کے بعد نئی نسل سے متعارف نہ ہو سکا اور خاموشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور بے بس کردار ہے۔ اپنے عروج کے وقت میں مہاراج بڑودہ کے محل میں ایک مہینہ مہمان رہے ہر شام کمل تال میں غزل سناتے مہاراج کی ایک بھانجی ماسٹر روشی پر فریفتہ ہو گئی انعام و اکرام سے نوازا ساتھ چلنے کو تیار ہو گئی تو ماسٹر روشی نے انگریزی ریاست سے نکل کر اپنے علاقے تک پہنچنے کے بعد بلوانے کا وعدہ کر لیا، چند راوتی

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

نے تین لاکھ کے ہیرے سونے کی بارہ اینٹیں مگر جالندھر آنے کے بعد گھر لیا،اور تمام مال خرچ ہو گیا رشیدہ ڈومنی کے ساتھ رہائش میں بڑی شہرت اور عزت کمائی محنت کی۔ پھر مایا پارسی تھیٹر نے کراچی میں بڑا بزنس کای سیٹھ نروان کی بدولت ایک ہزار مہوار پر پارٹ کیا اور زندگی کے سنگ بڑھتے رہے کئی برس بعد چندراوتی سے ایک سٹیج ڈرامے بھائی ناتھن جی کے تھیٹر میں ملاقات ہوئی وہ اپنے نواب شوہر کے ہمراہ مہمان خصوصی بن کر آئی۔اور بڑی تمکنت سے گلے کا قیمتی موتیوں کا ہار ماسٹر پر وار کر چلی گئی۔ محبت کی ناتمام کسک اشفاق احمد کے نزدیک شدت جذبات کی سچائی و گہرائی کی امین ہوتی ہے۔راوی ریڈیو پروگرام ماسٹر کے ساتھ ان کے چند پرانے مداحوں چھیلا، ایم سی نزیر حسینی،احمد بشیر کے ذریعے ماسٹر روشی کے ماضی سے پردہ اٹھاتے ہیں۔اور چشم دید عقیدت مند اور متاثرین کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جس سے مرکزی کردار کی نامیاتی کل کے جزو مکمل کرنے میں بے حد معاون ہوتے ہیں اور اشفاق احمد کو اس میں بڑی مہارت ہے کہ کہانی کے بطن سے وجود تسلیم کرواتے ہیں۔

،،احمد بشیر: حقیقت یہ ہے کہ ماسٹر روشی سے بڑا فنکار میں نے اپنی زندگی میں میں نے اس برصغیر میں نہیں دیکھا۔ہاورڈ میں البتہ میں بڑے بڑے آرٹسٹوں اور فن کاروں سے ملا ہوں جنہوں نے مجھے متاثر کیا، مرے اور ان کی ملاقات ۶۰ کراچی میں ہوئی جب انہوں نے سٹیج پر آنا چھوڑ دیا اور ڈیزی سینما میں دو آنے کے پتی دار تھے۔۔۔۔۔افسوس کہ طبقاتی نظام میں حالات کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتے۔ خاص طور پر فنکاروں،ادیبوں،شاعروں اور تخلیقی صلاحیتیں رکھنے والوں کے ساتھ بہت زیادتی کرتے ہیں۔،،33

وقت کے پر اونچا تو اڑاتے ہیں مگر اکثر زمین پر لا پٹختے ہیں، یہاں،،ماسٹر روشی،، تمام تر ہر دلعزیزی شہرت، شان و شوکت کے بعد اپنے درد کا بیان اور زمانے سے شکوہ یوں کرتے ہیں کہ درد کی، فن کی بے قدری کی ٹیس محسوس ہوتی ہے۔

،،مجھے آپ سے،آپ کے ناطرین سے ٹی وی کیمرے سے کچھ نہیں کہنا، میں لوگوں کی ناقدر شناسی اور اہل ثروت کی بے قدری، کا رونا کب تک روؤں کسی کسی دیوار سے سر ٹکراوں، کس کس کے سامنے دریوزہ کا دامن پھیلاوں میں ایک احسان فراموش اور بے دید زمانے میں پیدا ہوا اور فن کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوا۔ میں نے اپنے معاشرے پر اپنی قوم پر اپنے ہم نفسوں اور ہم جنسوں پر احسان کئے ان کے قدموں میں فن کے پھول نچھاور کئے،ان کی بے رخی کے سامنے اپنے سروں کو سجدے کرائے۔ان کی بے کیف بے رنگ ساعتوں کو اپنے خون جگر سے سینچا اور انعام کیا پایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں پوچھتا ہوں میری خدمات کے صلے میں میری قوم نے مجھے کیا دیا؟؟؟ پروگرام کا وقت ختم ہوا۔۔۔۔۔۔34،،

اور اس مقام پر کہانی اپنے اختتامی موڑ پر نئے کردار بڑھئی جو لکڑی سے چارپائی کے پائے بناتا تھا بڑی شہرت کمائی اب بڑھاپے میں آنکھ کا دیا بجھنے قریب تھا تو کام کرنا بند کر دیا۔ بابا ابراہیم راوی سے اپنی محنت، اپنی ساری زندگی کی اجرت کے لیے اپنی آنکھوں کی بینائی کے لیے مدد کے پکارتا ہے اور کمہار کو اس ایک بصارت سے محروم غریب انسان کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ اس نے فن کے لیے میڈیا کے لیے اس

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

طرح کوشش نہیں کی جس طرح ماسٹر روشی کو حق دلوایا جاتا ہے۔ مگر بابا ابراہیم ایک گمنام بوڑھا ریڑھی بان کے لیے کیا گنجائش نکلتی۔ افسانے میں گہرا کرب اور زندگی کے عروج وزوال کے مختلف پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔

بختیار خان، خود بدولت (صبحانے فسانے)

اس افسانے جا اہم کردار ایک با عمل محنت پسند انسان بختیار خان ہے جو ایک سیلف میڈ انسان کی طرح ترقی کی منازل طے کرتا ہے اور مل اونر ہے اور اس کی کامیاب زندگی میں اس کی بیوی اس کے چار بچے دو بیٹیاں رشیدہ جس کی شادی کراچی میں ہو کی ہے وہ اباپ کے آکری وقت میں آئی ہوئی ہے دوسروی بیٹی ڈاکڑ میجر فرخندہ جو بختیار کان کی لاڈلی بیٹی ہے اور دو بیٹے پروفیسر مسعود ہے جو محنتی ہے اور باپ اس سے بے عمل مانتا ہے اور چھوٹا بیٹا محمود ایک آفیسر ہے جو باپ کی غائب دماغی سے اکتا جاتا ہے اور ایک وفادار ملازم خان بھی ہے، وہ محنت پسند اور اصول پرست انسان تھے جن کے ماتحت ہزارو کی تعداد میں تھے۔ جواب بڑھاپے میں بختیار خان کی متضاد فکری شدت پسند سوچ کو جھیلتے ہیں جو اپنی اصول پسندی اور ایمانداری کو قوم کے لیے معاشرے کے لیے لازم سمجھتا ہے۔ ساشفاق احمد نے کہانی کو بیانیہ انداز میں کیا ہے بختیار جو کہانی کا مرکزی کردار ہے الزائمر کا مریض ہے اور دنیا میں طاقتور نظریہ ساز کرداروں سے مکالمہ کہانی کے واقعات کو معاشرتی اور بین الاقوامی مسائل اور موجودہ صدی میں فکری نظریاتی زوال کے اسباب کے تناظر میں لکھا ہے منطقی دلائل میں لکھا ہے۔ جدید اسلوب بیان سے مصنف نے کہانی میں جدید دور کی صعنتی اصطلاحات کو برتا ہے۔ مرکزی کردار بختیار خان مل کے مالک خود مختار کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ جس کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

،،ایک نائب تحصیل دار کا اتنے بڑے مرتبے پر پہنچنا ان کے ذہن اور بدن کی اعلی درجے کی سنکرونائزیشن سے عمل میں آیا تھا اور اس عمل میں بہت سے بے عمل لوگ ان کی پلاننگ کی بھٹی میں بھسم ہو گئے تھے۔ اگر بادشاہ کا لفظ ممنوع الاختیار ہوتا تو بختیار خان حکمران ضرور ہوتے ان کی حکومت ہوتی۔ ایک محل ہوتا، نورتن ہوتے، سفارت خانوں کا شہر کا ہوتا۔ ذاتی ہوائی جہاز،، ہیلی کوپٹر اور ہیلی پیڈ ہوتے اور دوسری راجدھانیوں اور راجواڑوں سے ان کے تعلقات ہوتے یعنی وہ کچھ بھی کہلاتے ان کی ایک رعایا ضرور ہوتی۔،،35

اشفاق احمد کہانی کو بنتے ہوے جدید صعنتی انقلاب کے دور میں ہونے والی تبدیلیوں کے تناظر میں ایک مضبوط کردار تخلیق کرنے کے ساتھ منظر نگاری میں پس منظر اور انقلابی، سماجی تناظرات کو کھولتے ہوئے کہانی کا منطقی تسلسل ترتیب دیتے ہیں۔ ایک جوانمرد بوڑھے کا زندگی کے آخری دنوں میں نچوڑ اور تجربہ احساسات کی ترجمانی میں یوں سامنے آتا ہے:

،،میری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں میں اپنی تسبیح شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ،،36

بختیار خان کی بیٹی ڈاکڑ میجر فرخندہ ہر بار کی طرح اپنی باپ کی صحت کا خیال خاص انداز میں کرتی ہے مگر ایک اکتاہٹ کا انداز ہے جیسے وہ اپنے بوڑھے باپ کو ماضی کے ان کرداروں سے ہم کلام ہونے سے وقت کا ضیاع گردانتے ہیں اور اس کے تجربے، نصیحت کو آوٹ اف

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

ڈیٹ قرار دیتے ہیں۔ کہانی کے واقعات کے دوران بیٹے اور بیٹیاں باپ کی تیمار داری کو اضافی ذمہ داری گردانتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے کام کاج گھر بار چھوڑ کر آنا پڑا اور ابا کی ناراضگی، جھڑکیاں اور ماضی کے ٹوٹے پھوٹے قصے سننے پڑتے ہیں ایک اہم بات جو سامنے آئی کہ بختیار خان واقعات کے تسلسل کو بیان کرتے کرتے حال میں بھی واپس آتے اور ڈاکٹر کے آنے یا بڑی بیٹی کے واپس جانے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ کہانی میں ربط پر مصنف نے مضبوط گرفت رکھی ہوئی ہے۔ یہیں ایک دلچسپ پہلو فلیش بیک اور آزاد تلازمہ کے حوالے سے سامنے آتی ہے۔ جس میں تاریخ کی جہت کو بخوبی برتا گیا ہے۔ بختیار خان الزائمر کے مریض تھے اور ماضی کے اہم کرداروں سے مکالمے کرتے ہوئے زندگی کی جدوجہد پر گفتگو اور ہم کلامی کا انداز سامنے آتا ہے۔ جسے راوی نے جدت ادا سے بیان کیا ہے۔ پہلے بدھ مت سے پھر آندرے ژید اور پھر پاروو موسیو کے فلسفیانہ مکالمہ اشفاق احمد نے آغاز سے کردار کی علمی قابلیت اور زندگی کے فلسفہ تحرک پر مرکزی کردار کو نمایاں کر دیا ہے۔

بختیار خان کی ذہنی اور نفسیاتی کشمکش عمر کے آخری حصے میں محنت و مشقت سے جی چرانے والوں کے لیے ایک ایسی تنبیہ بن کر ابھرتی ہے۔ کہ جس سے معاشرتی، سماجی، سیاسی نظریات کے خلاف جنگ کا رجحان صاف دکھائی دیتا ہے۔ اساطیری کردار اور فلسفہ عمل تحرک پر مکالمہ سامنے آتا ہے اشفاق احمد اپنے نظریاتی توضیحات کو بہت خوبی سے کہنے کا ڈھنگ جانتے ہیں وہ عالمی تناظرات ہوں تاریخ کے اوراق سے سبق آموز معنی ہوں یا موجود دور کے اختلافی رجحانات مدلل انداز اختیار کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مکالمہ یہاں پیش کیا ہے:

،،پرسوں میری مہاتما بدھ سے بڑی بحث ہوئی۔ جین مندر کے سامنے پٹڑی پر جا رہے تھے میں نے موٹر روک کر پکڑ لیا اور ہاتھ تھام کر بڑے ادب سے کہا، سر آپ نے بڑی زیادتی کی انسانیت کے ساتھ جو اس کو نرم دلی اور ترک خواہش کا درس دے دیا۔،، مہاتما بدھ نے شرمندہ سے ہو کر اپنا ہاتھ چھڑایا مسکرا کر بولے،، کیا کریں بختیار خاں،، ہم کو اسی بات کا حکم تھا۔ میں نے کہا کہ سر آپ نے ایسا حکم مان کیوں لیا۔۔۔۔۔۔ کہنے لگے، جس طرح دریا آگے بڑھتا ہے پیچھی زندہ رہتا ہے برگد نشو و نما پاتا ہے۔،،37

پھر یہیں ڈاکٹر فرخندہ، بیٹی کے ٹوکنے پر سونے کے مشورے پر جواب میں محاورہ میں عمل کی تاکید مرکزی کردار کی عمل پسندی کا اشارہ خوب ہے۔،

،،جو سوتے ہیں وہ کھوتے ہیں، جو جاگتے ہیں وہ پاتے ہیں میں سونا نہیں جاگنا چاہتا ہوں۔،،38

مہاتما بدھ سے عمل پسندی اور فلسفہ رہبانیت پر مزاحمتی گفتگو نے مرکزی کردار میں مصنف کی انقلاب پرست سوچ کو منکشف کیا ہے۔ اسی طرح معاشرتی سست روی اور منافقت پر سلگتی ہوئی سوچ رکھنے والے کردار بختیار خان جو خود محنت کر کے آگے آیا اور ارد گرد کے مایوسی یاسیت پسندی کو ترویج دینے والوں کے خلاف مزاحمتی رویہ مصنف کی عملی اور ذہنی کاوش کا واضح ثبوت ہے۔ بے عمل اور

سست رو دوسروں پر انحصار کرنے والے رینگتے طفیلیے کرداروں پر طنز بھی ہے اس کردار کی معاشرتی بے حسی کے خلاف مزاحمت مثالیت پسند کردار کی ترجمانی کے طور پر سامنے آتی ہے۔ بختیار خان نے الیکٹرانک میڈیا اور طاقتوروں کی پالیسی پر طنز اور حقارت کا رویہ اس مکالمے میں بھرپور انداز میں ابھارا ہے۔ جب وہ نوکر کو ریڈیو پر ایک مبصر کو کوستے ہوئے ڈانٹتا ہے کہ وہ ریڈیو پر آنے والا ایک مصنوعی کردار نئی نسل کو کامیابی کے حصول کی قباحتیں گنوا رہا ہے۔ اور ناکامی کی بے عملی پر راغب کر رہا ہے۔ اسی لیے وہ قابل نفرت ہے کیونکہ اس شخص نے اپنے لہجے میں منفی اور بے معنی فکر کو پیش کیا ہے کہ :

،،کامیابی اور ناکامی دونوں کو ہی برداشت کرنا ایک مشکل کام ہے کامیابی کے ساتھ نشہ آتا ہے۔ شراب ڈرگ نار کو ٹکس پھر طلاق آتی ہے اس کے بعد دوسری شادی بلکہ شادیاں۔۔۔۔۔ بدمعاشیاں۔۔۔۔۔۔ داداگیریاں، نوکریاں۔۔ لمبے لمبے عیاشیوں پر سفر اس کے ساتھ جسمانی، روحانی، نفسیاتی عارضے یہ کامیابی کی برکتیں جبکہ ناکامی میں صرف ناکامی ہاتھ آتی ہے۔ وہ بدبخت لوگوں کو عمل، محنت کا میابی کی کنجی کے خلاف اکسا رہا ہے اے میرے بچو! دیکھو میں نے محنت کی کامیاب ہوا۔ اس زندگی میں ایک نام شہرت حاصل کی دولت کمائی کارخانے لگائے، کیا میں نے تکبر کیا، تمہاری ماں کو چھوڑا، بدمعاشیاں کیں، کوئی نیا تقاضا نہیں کیا، سب کچھ پایا میں کبھی بیمار نہ ہوا، کوئی فزیکل ڈس ایبلیٹی نہیں ہے، سوائے بلڈ پریشر کے۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔،،39

بختیار خان کی اولاد اپنے باپ کی تیارداری میں ذہنی الجھاو اور معاشرتی، سماجی، سیاسی تضادات کو دیکھ سن رہے ہیں، مصنف نے بہترین مکالمے سے تقابل کی فضا پیدا کی ہے۔ کہانی کے اگلے حصے موجودہ عالمی منظر نامے میں نوآبادیاتی نظام اور سپر پاورز کی طاقت کا موازنہ تاریخ کے اہم کرداروں سے کیا گیا ہے جن کے نظریات نے دنیا کا منظر نامہ یکسر بدل کر رکھ دیا۔ مثلاً جب بختیار خان یونانی فاتح سکندر اعظم کی فتوحات اور برصغیر کی جنگوں اور قیام کے ساتھ ملتا ہے اور اس کے نپولین بوناپارٹ اور چین کا انقلاب پرست مفکر ماز وے تنگ سے قومی انقلاب کے بارے اس کی تحریک اور بڑی تبدیلی میں ایک سوچ کا اظہار کرتا ہے۔ ایک رجعت پسند سیاسی نظریات کا حامل کردار قومی اور عالمی طاقتوں کے استعماری رویوں کے خلاف مکالمہ افسانے کی روح کو لازوال بنا رہا ہے۔ جس میں ماوزئے تنگ، نپولین بوناپارٹ اور سکندر اعظم کی مرکزی کردار بختیار خان کی گفتگو سے سیاسی شعور کہانی کی نفسی کیفیت پر حاوی ہے۔ مکالمہ کچھ یوں ہے :

،،میں ایک مدت بعد سکندر کو دیکھا ایسا ہشاش بشاش پر نور تھا۔۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ چوڑے رخ کی ٹوپی لگائے نپولین بوناپارٹ اور ساتھ ننگے سر ماوزئے تنگ تھا۔ جس نے بند گلے کی موٹی شرٹ پہنتی تھی۔،،40

بختیار خان نے تینوں تاریخی لیڈرز سے گفتگو سے ان کے انقلابی فاتحانہ فکری نظریات اور ماوزئے تنگ کی مایوسی کو پیش کیا۔ یہاں اشفاق احمد ماضی کی بازیافت اور فلیش بیک کی تکنیک سے تجزیاتی انداز میں مرکزی کردار کی زبان سے مکالمہ پیش کیا ہے۔ جب ماز وئے تنگ کہتا ہے :

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

،،ذلتوں اور پستیوں میں ڈوبی ہوئی قوم میں انقلاب لانا مشکل ہی نہیں ناممکن بات ہے میں نے گراں خواب چینیوں کو ان کی صدیوں کی نیند سے بیدار کر کے ایک زندہ قوم میں انقلاب سے ان کو سپر پاور بنا دیا لیکن شاید اس کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بختیار خان،، لوگ انقلاب کا ذکر شوق سے کرتے ہیں لیکن جب وہ آجائے تو اسے ناپسند کرتے۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر جس نے اسے تسلی دی کہ آپ نے کام ہی پکا کیا ہے۔ کہ اب اس قوم کی چولیں کبھی بھی ڈھیلی نہ ہو سکیں گی۔ آپ کی تعلیمات کا اثر اشیا سے نکل کر دوسرے ملکوں میں پھیل رہا ہے۔،،41

نپولین، ماوزئے تنگ اور سکندر اعظم کے کرداروں کے مکالمے بہت معنی خیز انداز میں تاریخ کے اوراق سے حقیقی جدوجہد کو سامنے لانے کی سعی مصنف کی شعوری کاوش ہے جو وہ اکثر وبیشتر کہانیوں میں کلاسیکیت اور روایت سے جڑے رہنے والے کرداروں کے حوالے سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس افسانے میں اشفاق احمد نے بین السطور کہانی میں قومی سیاسی انقلابی رد عمل پر اظہار خیال کو دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ افسانے کے اختتام پر بادشاہ قارون کی شہنشاہیت کا تذکرہ اور ایک بازار سے قارون کے قافلے کا ذکر جہاں ایک پھل فروش بابا گاموں کی مزاحمتی گفتگو اور استہزایہ انداز بہترین تنقید سامنے آتی ہے۔ مکالماتی انداز میں دنیاوی حرص عیش کا دلدادہ انسان قارون جیسی شان وشوکت پر فریفتہ ہے جیسے بختیار خان قارون کے کروفر اور دنیوی رعب وجلال سے مسحور کن حد تک متاثر ہو گئے۔ افسانے کے آخر میں بختیار خان کی زبان سے دولت اور مادیت پرستی کے خلاف بہترین اظہار بیان اختیار کیا۔ قارون کی چکا چوند اور بابا گامے ٹھیلے والے کی محنت ومشقت پسندی اور وہیں بختیار خان کا قارون بادشاہ کی ہنر مندی اور دولت پرستی پر زبردست مکالمہ سے دنیاوی کروفر، تکبر، حرص، ہوس مندی پر تنقیدی اظہار سے افسانہ ،،خود بدولت،، کا خیال مرکزی خیال سامنے لایا گیا ہے۔ یہ حقیقت تسلیم کرنے کے لائق ہی ہے اشفاق احمد اپنے کرداروں کی فکری تربیت میں تاریخ، سیاست، تصورات سے بھرپور کام لیتے ہیں۔
وکھو وکھو (صبحانے فسانے)

اشفاق احمد کے افسانے کا مرکزی کردار، راوی ہے جو تمام کہانی کو ایک منجھے ہوئے ناظر کی حیثیت سے بیان کر رہا ہے۔ اس کے نسوانی کردار ریحانہ سے محبت اور احساس کی معطر کیفیت کو منظر اور جزئیات سے شخصیت کا تعارف کروایا ہے گوشت بناتے وقت قصائی کی توجہ ریحانہ کے حسن بے مثال اور ادادلربانہ ہر رک گئی۔۔۔۔ مرکزی کردار ماضی کی بازیافت میں یادوں کا ذکر اپنی محبوبہ ریحانہ سے انتالیس برس ایک ہفتہ کچھ گھنٹے کے بعد اچانک ملاقات میں بیان کرتا ہے۔ ہم نصابی سرگرمیوں کے مقابل ادبی سرگرمی کی اہمیت پر مکالمہ ایک ادیب کے لیے معنی رکھتا ہے اسے اشفاق احمد نے مرکزی کردار کی زبان سے کہلوایا ہے۔ کہانی کا آغاز کا دو معصوم نوجوانوں کی کم عمری کے وقت کی ملاقات کی یاد سے ہوتا ہے:

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

،،جب ریحانہ لوگوں سے ہماری ملاقات کے وقت وہ نویں میں پڑھتی تھی اور میں سکینڈ ائیر کا طالب علم تھا، وہ کالج میں داخل ہوئی میں بی۔اے کا اسٹوڈینٹ تھا، اور چارٹی ریس میں اول آئی تو میں پہلا مشاعرہ پڑھنے ٹاون ہال گیا۔۔۔۔۔یہ چارٹی ریس یہ کھیل کھنڈریاں جسمانی ورزش۔۔۔۔یہ سب ہلکی چیز ہیں۔ذہنی سربلندی کے مقابلے میں بے معنی اور لایعنی مظاہرے ہیں۔یہ بے حقیقت باتیں ہیں گھاٹے کے سودے ہیں۔ریحانہ کی شادی ایک پڑھے لکھے فارن سروس کے آفیسر شہباز سے ہوئی جو بظاہر دولت مند تھا، میں ایک ادیب ،سوچ بچار غور و فکر والا رمز شناس لکھنے پڑھنے والا۔،،42

اشفاق احمد لازوال محبت کی گہرائیوں کو انسانی جذبات کی تربیت و تشکیل کا ذریعہ بناتے ہیں۔اس افسانے میں ریحانہ اور مرکزی کرداروں کی بے مثل سچی محبت کا بیان خوبصورت انداز میں کیا ہے۔جس میں ریحانہ کا مکالمہ جب وہ رخصت ہو کر اپنے شوہر شہباز جو کہ ملک کے اہم ایمبیسڈر تھے ان کے ساتھ جاتے ہوئے اپنے محبوب کے لیے بولتی ہے۔اشفاق احمد کرداروں کے داخلی اور نفسیاتی کیفیات کا تجزیاتی پہلو متنوع انداز سامنے آتا ہے۔اور محبت کی کامیابی روحانی تکمیل میں جیسے یہ مرکزی کردار بھی انتالیس برس بعد بھی اپنی نو عمری کی محبت کے مضبوط ساتھ سے جڑا اپنی زندگی کی اہم گھڑیاں بتا رہا ہے۔روای لکھتا ہے:

،،کہ اگر ہم ساتھ ساتھ اور ایک ساتھ رہتے تو ہم کو گھر بیٹھے نارتھ کیرولینا،،ساوتھ کوریا، ایسٹرن یورپ اور ویسٹ ورجینیا کی اندورنی خرابیوں کا علم ہوتا۔۔۔ہم پوریورریکسن کانگریس کے پس پردہ عوامل سے واقف ہوتے،۔۔۔مسٹو بشی کے آیندہ سال کے بجٹ سے آشنا ہوتے لیکن ہمیں ایک دوسرے کے یکم کے چاند کو الگ الگ دیکھنے سے آگاہی نہ ہو سکتی۔ اس نے اس ریحانہ نے جراتوں سے بے پناہ فائدہ اٹھا کر میری طرح جری ہو جانا تھا۔،،43

یہاں عالمی سطح کی سیاسی پالیسوں پر مبصرانہ انداز میں روشنی ڈال کر مرکزی کردار نفسی روح کو فکری شعور کے راستے واضح کر دیا ہے اشفاق احمد کی خوبی ہے کہ وہ اکثر مرکزی کردار کی صلاحیتوں اور اس کے وصف کو ذیلی کردار کے تعارف اور کارکردگی سے سامنے لاتے ہیں متعارف کرواتے ہیں۔کہانی کا اختتام ذو معنی انداز میں قصائی کے گوشت بنانے سے متعلق علامتی انداز میں پیش کر دیا ہے

۔،،ایک تو لوگوں کو ہر وقت جلدی پڑی رہتی ہے پتہ نہیں کس بات کی۔،،44

کہانی میں قصائی کے ہاتھ سے گوشت کی بوٹیاں الگ کروانا ایک استعارتی پیرایہ اظہار ہے کہ جیسے محبت میں دو دل، دو لوگ ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں اور لوگ، حالات زمانہ بوتی بوٹی کر ڈالتا ہے۔

سلامتے (پھلکاری)

اس کہانی میں اشفاق احمد نے گاؤں کی زندگی جاگیر دارنہ فیوڈل لارڈز کی سوچ اور مالک و جابر طرز فکر پر قلم اٹھایا اور اپنے کرداروں کو زندگی کی جرات عطا کی۔اس کہانی کا مرکزی کردار سلامتے ہے جس نے خود پر ہونے والے ظلم کا جواب اپنی شخصی خودداری

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641 Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

سے مکمل کیا۔ چوہدری جلال، گامے جھبور کی جواں سال بیٹی سلامتے جو حسین اور جرات مند انسان تھی اس سے شادی کی ضد کرتا ہے۔ جبکہ گاما اپنی بیوی کے آنے کی شرط لگا کر منع کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میری گھر والی کو آجانے دو پھر تاریخ پکی کر دوں گا۔

،،گامے نے کئیا، چوہدری جی،، ! کڑی کی ماں کو آجانے دے۔اس کے بھائی کا کاڈھیلا مٹھا ہے بچارا۔۔۔۔۔۔۔بیو آگئی تو میں اس سے گل کر کے سلامتے کو ڈولا تیں کوں ای دوں گا،ایہہ میرا وعدہ ایے۔،،45

گاوں میں چوہدری نمبر دار زمینداروں کی فطرت، ہوس، لالچ، عیش پرستی کی حقیقی تصویر مصنف نے پیش کر دی ہے۔ جو غریب کو چند روپوں کے عوض دین ایمان، ریت رواج کے بدلے خرید لیتے ہیں۔ چوہدری جلال بھی اسی طرح گاما جھبورے کی بیٹی کو حاصل کرنے کے چکر میں پیسے دے کر ہوس پوری کو نا چاہتا ہے۔ چوہدری فوری طور پر ڈولی لینے کی ضد کرتا ہے۔ جب گاما مزاحمت کرتا ہے :

،،کہ سائیں حد کرتا ہے کہ میرے بادشاہ۔۔۔۔مولوی بھی اپنے وطن گیا اے چھٹی تے ہزار اے اگلے منگل تشریف لیا سی نکاح دا بندوبست کریسی چوہدری تیرے واسطے تا دیر نہیں پر میرے واسطے ہے۔ میں دھی نوں بے نکاحی نہیں ٹور سگدا۔۔۔،،46

چوہدری خفگی سے ٹوکتا ہے اور برات شاندار لانے اور بڑا حق مہر ادا کرنے کی بھی پیشکش کرتا ہے۔

"حق آپ لوکاں کا سوالکھ۔ پر مولوی کے نہ آنے تک میں تو نئیں رک سکتا ناں۔۔۔۔نکاح تو دو چار دن پچھے بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔پر ڈولا پہلے نکاح پچھے اصل اصول کا کم ہے۔ حق مہر دینا ہے اور ڈولی لینی ہے یہ پانچ ہزار روپے حق مہر رکھ لو اور میں کوی بے اصولا کم نہیں کرتا۔اور اس طرح تم ڈولی دو مجھے میں آج ہی مہر ادا کرتا ہوں۔اور نکاح کا وڈا کم بعد میں کر لیں گے۔ گاما نے پانچ ہزار روپے کی تھبی دیکھی تو پگھل کر بالآخر مان گیا۔رات عشاؑ کی اذان کے بعد بیٹی کو ڈرا دھمکا کر دلا سا دے کر چوہدری کے حوالے کر دیا۔اور کچھ دیر بعد چوہدری کا منشی شور مچاتا ہوا دوڑتا ہوا آیا کہ چاچا گامے چوہدری تجھے چیخ چیخ کر بلا رہا ہے۔ تو ابھی چل اس کی جان بچا ورنہ مر جائے گا اور بڑا مقدمہ ہو جانا کوئی نہ سکے گا فیر۔۔۔۔،، میکوں چھڈی نہیں، میکوں مار کے ساہنہ لیسی، گاموں کوں بلاو۔۔۔۔گاموں کو بلاو۔ منشی گلو نے بتایا کہ چوہدری کی کوک سن کر آیا ہوں سلامتے اسے مار دے گی۔۔۔۔گلو نے کہا کہ بڈھا چوہدری مر گیا تو مقدمہ ہو گا رولا بڑھے گا مگر گاما پیسے لے کر آرام سے بیٹھ گیا کہ میں کی کراں مینوں کی پتہ سی، باروں ملکوک جیئی اندروں ایسی کپتی نکلے گی میں کی کر سگدا جو ہوئے گا سویرے ویکھاں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔،،47

حرص اور ہوس میں اللہ کے قاعدوں کو توڑ کر عورت کو جاگیر بنانا اور حق تلفی کرنا انسانیت سوز عمل تھا۔ اشفاق احمد نے عورت کو بطور ایک انسان اس کی اخلاقیات اور حقوق کے طور پر آزاد اور انصاف کا حق دار قرار دیا۔ اشفاق احمد نے ہر کہانی میں کردار کے مزاج کو مد نظر رکھ کر بے مثال کہانی کو پلاٹ میں ڈھالا ہے ان کی فکری سماجی، معاشرتی تنوعات سے کہانی ایک خاص تاثر قائم کرتی جاتی ہے۔

حوالہ جات:

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

1۔اردو جامع اللغات۔ جلد چہارم۔ ص۹۸

2۔E.M Foster Aspects of the novel 1964.p. 69

3۔ Boynton Robert W. & mack . may nard Introdution to the short story co. new York

4۔ Rockwell Joan , Fact in fiction , routledege and Kegan paul , London 1974,p,3.

5۔ گوپی چند نارنگ ڈاکٹر، نیاافسانہ، روایت سے انحراف، ادب لطیف لاہور، مارچ ص ۱۹۸۱، ۷۸

6۔ وقار عظیم سید، نیاافسانہ؟ مطبوعہ جناح پریس دہلی، ۱۹۴۶، ص ۲۸۴

7۔ طاہر طیب ڈاکٹر، لاہور میں اردو افسانے کی روایت، مثال پبلیکنشز فیصل آباد، ۲۰۱۵ ص ۲۴۸

8۔ فرمان فتحپوری ڈاکٹر، اردو افسانہ اور افسانہ نگار جلد اول، اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۷۴ ص ۲۷۹

9۔ اشفاق احمد، ایک محبت سو افسانے۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ص ۱۰ ۱۹۹۸

10۔ ایضاً ص ۱۳

11۔ محمد عالم خان ڈاکٹر، اردو افسانے میں رومانی رجحانات، علم و عرفان پبلیکشنز لاہور ۱۹۹۸، ص ۴۸۲

12۔ اشفاق احمد، ایک محبت سو افسانے، سنگ میل پبلیکشنز لاہور ۲۰۱۰ ص ۱۹

13۔ ایضاً ص ۲۴

14۔ مسعود رضا خاکی، اردو افسانے کا ارتقا مکتبہ خیال لاہور ۱۹۸۷، ص ۳۷۳

15۔ انوار احمد ڈاکٹر، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ۔ مثال پبلکیشنز فیصل آباد ۲۰۱۰ ص ۱۱۹

16۔ حشمت جہاں ناز، اردو نثر نگاری (ابتدا سے آتک اردو نثر کا جائزہ) یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور ص ۱۲۸

17۔ اشفاق احمد، ایک محبت سو افسانے، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۰، ص ۴۰

18۔ ایضاً ص ۵۰

19۔ انور سدید ڈاکٹر، اردو افسانے کی کروٹیں۔ مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۹۱، ص ۱۳۹

20۔ اشفاق احمد، ایک محبت سو افسانے، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۲۰۱۰، ص ۹۲

21۔ ایضا، ص ۲۰۱

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

22۔ایضا،ص۹۸

23۔عبدالقادر سروری، کرداراورافسانہ حصہ دوم، مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن ۱۹۲۹، ص ۷۰

24۔انواراحمد ڈاکٹر، محبت کی نظریہ بازی یاصناعی (مضمون) مشمولہ راوی اشفاق نمبر جی۔سی یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۵، ص ۵۲

25۔اشفاق احمد، ایک محبت سوافسانے، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۳۵

26۔اشفاق احمد، پھلکاری، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۲۰۱۱ ص ۲۵

27۔ایضا، ص ۲۶۔۲۷

28۔ایضا، ص ۳۲

29۔اشفاق احمد، صبحانے فسانے، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۲۰۱۰، ص ۶۳

30۔ایضا، ص ۶۵

31۔ایضا، ص ۶۴

32۔ایضا، ص۔۶۸

33۔ایضا، ص ۷۱

34۔ایضا، ص ۲۳

35۔اشفاق احمد، صبحانے فسانے، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۲۰۱۱، ص ۲۳

36۔ایضا، ص ۲۳

37۔ایضا، ص ۲۳

38۔ایضا، ص ۲۶

39۔ایضا، ص ۳۰

40۔ایضا، ص ۳۰

41۔ایضا، ص ۱۴۸

42۔ایضا، ص ۱۵۱۔

43۔ایضا، ص ۱۵۲

44۔شفاق احمد پھلکاری، سنگ میل پبلیکینشز لاہور ۲۰۱۱، ص ۳۲

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

45۔ایضا،ص۳۲۔

46۔ایضا،ص۳۴

47۔اشفاق احمد،ایک محبت سوافسانے،سنگ میل پبلیکیشنزلاہور۲۰۱۰،ص۳۵